اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
NOVEMBER 2007
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 163

العروہ فی مناسکِ الحجّ والعمرہ

فتاویٰ حج وعمرہ

حصّہ اول

مصنّف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ النعیمی مدظلہ العالی
(رئیس دار الإفتاء جمعیة إشاعة أهل السنّة)

مرتّب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی

جمعیّت اِشاعت اہلِسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-2439799 Website : www.ahlesunnat.net - www.ishaateislam.net

العروة فی الحج و العمرة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ اول)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب	:	العروۃ فی الحج و العمرۃ ''فتاویٰ حج وعمرہ''
تصنیف	:	حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
سن اشاعت	:	شوال المکرّم 1428ھ۔نومبر 2007ء
تعداد اشاعتِ (باراول)	:	2800
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

www.ahlesunnat.net

پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	7
☆	پیشِ گفتار	8

عمرہ

۱۔	عمرہ کی فضیلت رمضان وغیرِ رمضان میں	9
۲۔	عمرہ افضل ہے یا صرف طوافِ کعبہ	12
۳۔	عمرہ شعبان میں شروع کر کے رمضان میں پورا کرنا	13
۴۔	مکی، آفاقی اور متمتع کے لئے عمرہ کا حکم	14
۵۔	عمرہ کا احرام جعرانہ سے باندھنا افضل ہے یا مسجد عائشہ سے	18
۶۔	کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا ہے؟	20
۷۔	مقامِ تنعیم اور جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھنا	21
۸۔	۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ کو عمرہ کا احرام باندھنا	24
۹۔	حاجی کے لئے عمرہ کرنا کب مکروہ ہے؟	29
۱۰۔	مدینہ منورہ اور جدہ کے رہنے والوں کا اَشْہُرِ حج میں عمرہ کرنا	32
۱۱۔	متمتع کا ادائیگی حج سے قبل عمرے کرنا	34
۱۲۔	عمرہ میں بے وضو طواف اور سعی کا حکم	36

حج اور اس کی اقسام

۱۔	آفاقی اشہرِ حج میں عمرہ ادا کرنے کے بعد میقات سے باہر جا کر اُسی سال حج کرے تو کونسا حج ہوگا؟	39
۲۔	آفاقی کا عمرہ کے بعد مدینہ طیبہ سے قران کی نیت کرنا	42
۳۔	کیا آفاقی حجِ افراد کر سکتا ہے؟	50
۴۔	فقیر آفاقی اگر حج کرلے تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا؟	51
۵۔	وقوفِ عرفہ سے قبل مُحرِم بچے کا بالغ ہونا	68

احرام

۱۔	کراچی سے جانے والی عورت احرام کی نیت کہاں سے کرے؟	71
۲۔	حِل کے رہنے والے کا حرم سے حج کا احرام باندھنا	80
۳۔	گونگے کے احرام کا حکم	83
۴۔	حالت احرام میں کنگھی کرنے اور صابن سے نہانے کا حکم	84
۵۔	حالت احرام میں کنگھی کرنا	87
۶۔	احرام میں وضو کرتے وقت یا کھجاتے وقت بالوں کا گرنا	88
۷۔	مُحرِم کا چہرہ ڈھک کر سونا	89
۸۔	حالتِ احرام میں مَیل چھڑانے کا حکم	91
۹۔	حالتِ احرام میں چار پٹی کی چپل پہننے کا حکم	92

میقات

ا۔	میقاتی کے لئے حج کے احرام کا مقام	94
۲۔	حرم مکہ کی حدود اور اُن کے فاصلے	96
۳۔	مزدلفہ وعرفات حدودِ حرم میں ہے یا خارج	101
۴۔	کیا حدیبیہ، تنعیم اور جعرانہ حدود حرم میں ہیں؟	102
۵۔	وادیٔ عُرنہ حُدودِ حرم میں ہے یا نہیں	108
۶۔	مکہ سے جعرانہ زیارت کے لئے جانے والوں کے احرام کا حکم	110
۷۔	مدینہ منورہ سے براستہ طائف بغیر احرام مکہ آنا	112
۸۔	جدہ جا کر واپس آنے والے کے احرام کا حکم	115
۹۔	بغیر احرام حرم میں داخل ہونے کا حکم	116

طواف

ا۔	طواف میں نیت کا حکم	121
۲۔	حجر اسود کے مقابل تکبیر کے ساتھ ہاتھ اُٹھانا	122
۳۔	استلامِ حجر کی کیفیت	132
۴۔	نمازِ طواف ترک کرنے کا حکم	136
۵۔	وہ اوقات جن میں نمازِ طواف پڑھنا ممنوع ہے	138
۶۔	نمازِ عصر کے بعد نمازِ طواف کا حکم	139
۷۔	طواف کے نفل پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کرنا	140

۸۔	نمازِ طواف پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کر دیا ہے، یاد آنے پر کیا کرے؟	143
۹۔	قارن اور متمتع کے حق میں طوافِ قدوم کا حکم	144
۱۰۔	حج میں طوافِ زیارت کی حیثیت	146
۱۱۔	طوافِ زیارت کے وقت کی تفصیل	148
۱۲۔	طوافِ زیارت کے کتنے پھیرے فرض ہیں؟	150
۱۳۔	کیا کوئی چیز طوافِ زیارت کا بدل ہوسکتی ہے؟	152
۱۴۔	بارہ ذوالحجہ غروب آفتاب سے قبل چار چکر طواف کا حکم	153
۱۵۔	حیض ونفاس کے سوا تأخیر طوافِ زیارت اور دَم کا حکم	156
۱۶۔	طوافِ وداع کس پر واجب ہے	157
۱۷۔	حج کرنے کے بعد مدینہ طیبہ جا کر دوبارہ مکہ آنے والے کے طوافِ وداع کا حکم	159

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کے بارے میں ہم نے خود دارالافتاء کی جانب رجوع کیا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء کے سفرحج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا ان میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور ضخامت کی وجہ سے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا، لہٰذا یہ حصہ اول ہے جسے جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے 163 ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

پیشِ گفتار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس فقیر نے فاضل نوجوان حضرت مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب کے ''فتاویٰ حج وعمرہ'' کا کہیں کہیں سے مطالعہ کیا، میں اپنی بے شمار مصروفیات کی وجہ سے بالاستیعاب تو نہ پڑھ سکا لیکن جہاں جہاں سے بھی دیکھا اسے بہت خوب پایا، پورا فتاویٰ تقریباً 450 صفحات پر مشتمل ہے، میری دانست میں مولانا موصوف نے بے انتہاء محنت سے اس فتاویٰ کو نہایت ہی دلائل و براہین سے مرقع کیا، ہر مسئلہ کا جواب کئی کتب کے حوالوں سے نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ دیا، حج اور عمرہ ادا کرنے والوں کے لئے یہ ایک نہایت ہی نادر تحفہ ہے، حج وعمرہ کے مسائل سے دلچسپی رکھنے والے علماء کے لئے بھی نہایت ہی مفید ہے، بہت ممکن ہے کہ اس کے بعض مسائل یا کسی مسئلہ میں علماء کو اختلاف ہو، وہ دلائل شرعیہ کے ساتھ ان سے اختلاف کر سکتے ہیں، یہ فقیر انہیں یقین دلاتا ہے کہ مولانا حق کے قبول کرنے میں ہرگز تاخیر نہیں کریں گے۔

مولانا نے اپنی انتھک محنت سے یہ کام سرانجام دیا ہے، چونکہ مولانا ابھی نوجوان ہیں مجھے ان سے مزید علمی کارناموں کی توقع ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنے دربار میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے، علماء وعوام کے لئے اسے نافع بنائے، اس کی اشاعت کی سعادت جمعیت اشاعت اہلسنّت کو حاصل ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام نوجوانوں کی اور مولانا محمد عرفان قادری کی سعی کو قبول فرما کر اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

فقیر سید شاہ تراب الحق قادری

امیر جماعت اہلسنّت پاکستان، کراچی

عمرہ

عمرہ کی فضیلت رمضان وغیر رمضان میں

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرہ کرنے کی کیا فضیلت ہے اور فضیلت رمضان میں ہے یا غیر رمضان میں بھی؟

(السائل: محمد عرفان المانی، کراچی)

باسمہ تعالٰی وتقدس الجواب: بلاشک وشبہ عمرہ فضیلت رکھتا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

از فضائل عمرہ آنست کہ روایت کرد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ بدرستی فرمود پیغمبر خدا ﷺ کہ "اَلعُمرَۃُ إِلَی العُمرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِمَا بَینَہُمَا" یعنی، عمرہ تا عمرہ کفارہ است برائے آنچہ واقع شدہ است درمیان آنہا در معاصی وآثام، رواہ البخاری و مسلم۔

یعنی، عمرہ کے فضائل میں سے یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمرہ تا عمرہ کفارہ ہے اس کے لئے جو واقع ہوئے ان کے درمیان معاصی اور گناہ''۔

ملاّ رحمت در ''منسک کبیر'' خود گفتہ کہ وارد شدہ است حدیث کہ "ثَلاثُ عُمرَاتٍ کَحَجَّۃٍ" ودر روایت آمدہ "عُمرَتَانِ کَحَجَّۃٍ" وایں در غیر رمضان است

یعنی، مُلاّ رحمت نے اپنی ''منسک کبیر'' میں فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''تین عمرے ایک حج کی مثل ہیں'' اور ایک روایت میں آیا ہے کہ

''دو عمرے ایک حج کی مثل ہیں'' اور یہ حکم رمضان شریف کے علاوہ دیگر مہینوں میں ہے۔

مگر رمضان شریف میں تو ایک عمرہ کو حج کی مثل قرار دیا گیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

واما در رمضان پس یک عمرہ مثل حج است ...... افضل اوقات عمرہ شہر رمضان است اگرچہ در شب باشد یا در روز بواسطہ آنکہ روایت کردہ شدہ است از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ گفتہ پیغمبر خدا ﷺ کہ ''عُمْرَةٌ فِی رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً'' و در روایت دیگر آمدہ ''تَعْدِلُ حَجَّةً مَعِی'' رواہ البخاری۔(۱)

یعنی، افضل اوقاتِ عمرہ ماہ رمضان ہے اگرچہ رات میں ہو یا دن میں، اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان شریف میں عمرہ حج کے برابر ہے'' اور دوسری روایت میں ہے: ''میرے ساتھ حج کے برابر ہے''۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ (۲) اور امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۰ھ (۳) کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک عورت سے فرمایا:

''فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِی فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَجَّةً''

یعنی، جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب حج کے برابر ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا:

۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دو ازدھم، فصل اول، ص ۲۳۰

۲۔ صحیح البخاری، کتاب العمرۃ، باب العمرۃ فی رمضان، الحدیث: ۱۷۸۲

۳۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل العمرۃ فی رمضان، ص ۴۶۹، الحدیث: ۱۲۵۶/۲۲۱

"فَعُمْرَةٌ فِی رَمَضَانَ تَقْضِی حَجَّةً أَوْ حَجَّةً مَعِی" (٤)

یعنی، رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا فرمایا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔

یاد رہے کہ یہ عمرہ ثواب میں حج کے برابر ہے نہ یہ کہ اس سے فرض ادا ہو جائے گا۔ اور غیر رمضان میں عمرہ بھی فضیلت رکھتا ہے اس پر بھی متعدد احادیث وارد ہیں جن میں سے دو تو وہ جو اوپر بیان کی گئیں کہ ''عمرہ تا عمرہ کفارہ ہے اس کے لئے جو واقع ہوئے ان کے درمیان معاصی اور گناہ'' اور ''تین عمرے ایک حج کی مثل ہیں'' اسی طرح ''دو عمرے ایک حج کی مثل ہیں''۔

علامہ محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ نقل کرتے ہیں:

و قد قیل سبع أسابیع تعدل عُمرة و ثلاث عُمر تعدل حجة

یعنی، کہا گیا ہے کہ سات طواف عمرہ کے برابر ہیں اور تین عمرے حج کے برابر ہیں۔

اور لکھتے ہیں:

فقد ورد عمرتان بحجة، و هذا فی غیر رمضان، لأن عمرة فیه حجة (٥)

یعنی، وارد ہوا ہے کہ دو عمرے حج کے برابر ہیں اور یہ فضیلت غیر رمضان میں ہے کیونکہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر (ثواب رکھتا) ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰۶ م (227-F)

٤۔ صحیح البخاری، کتاب العمرة، باب حج النساء، الحدیث: ۱۸۶۳

أیضاً صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل العمرة فی رمضان، ص۴۹۶، الحدیث: ۱۲۵۶/۲۲۲

٥۔ إثارة الترغیب و التشویق، القسم الأول: فضائل مکة الخ الفصل التاسع و العشرون فی ذکر فضائل الطواف الخ، ص ۱۶۰

عمرہ افضل ہے یا صرف طوافِ کعبہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرہ افضل ہے یا طوافِ کعبہ؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: عمرہ کرنا طوافِ کعبہ سے افضل ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اختلاف کردہ اند علماء درانکہ عمرہ افضل است از طواف کعبہ در اوقات جوازِ عمرہ یا آنکہ طواف افضل است از عمرہ، وشیخ ابن حجر مکی گفتہ کہ معتمد آنست کہ عمرہ افضل است از طواف اھ وشیخ علی قاری گفتہ کہ اظہر آنست کہ طواف افضل است بواسطہ بودن اورا مقصود بذات ومشروعیّت اودر جمیع حالات اھ، وایں اختلاف وقتی است کہ برابر شد مدّت ہر دو، امّا اگر مدّتِ عمرہ زیادہ باشد از مدّتِ طواف لا جرم عمرہ افضل باشد از طواف کما لا یخفی(۶)

یعنی، اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے جن اوقات میں عمرہ جائز ہے اس وقت عمرہ ادا کرنا طوافِ کعبہ سے افضل ہے یا طوافِ کعبہ عمرہ سے، اور شیخ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ معتمد قول یہ ہے کہ عمرہ ادا کرنا طوافِ کعبہ سے افضل ہے اھ۔ اور شیخ ملا علی قاری نے فرمایا کہ اظہر قول یہ ہے کہ طواف افضل ہے کہ وہ مقصود بالذات اور ہر حالت (اور ہر وقت) مشروع ہے اھ۔ اور یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ دونوں کی مدّت برابر ہو اور اگر عمرہ کی مدّت طواف سے زیادہ ہو تو پھر عمرہ یقیناً طوافِ کعبہ سے افضل ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔

۶۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیزدھم در ذکر بعضے مسائل متفرقات، فصل اول دربیان اقامۃ نمودن در مکہ، ص۲۳۶

اور علامہ خوارزمی حنفی نے لکھا کہ ''کہا گیا ہے کہ سات طواف عمرہ کے برابر ہیں اور تین عمرے حج کے برابر ہیں''۔(۷)

یہ بھی عمرہ کے افضل ہونے کی دلیل ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۲۲نوفمبر ۲۰۰٦م (F-220)

عمرہ شعبان میں شروع کر کے رمضان میں پورا کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے شعبان میں عمرہ شروع کیا اور ماہِ رمضان میں پورا کیا تو اس کا عمرہ رمضان شریف کا عمرہ کہلائے گا یا شعبان کا عمرہ؟

(السائل: شبیر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ولیکن اگر شخصے شروع کرد در عمرہ در شعبان واتمام کرد اورا در رمضان پس اگر ایقاع کردہ است اکثر اشواط طواف را در رمضان آن عمرہ رمضانیہ باشد واگرنہ عمرہ شعبانیہ بود(۸)

یعنی، لیکن اگر کوئی شخص ماہِ شعبان میں عمرہ شروع کرے اور اسے ماہ رمضان میں پورا کرے پس اگر طواف کے اکثر چکروں (یعنی چار چکر) کا وقوع ماہ رمضان میں ہوا تو وہ عمرہ رمضان کا عمرہ ہے ورنہ اس کا عمرہ شعبان کا عمرہ ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۱نوفمبر ۲۰۰٦م (F-228)

۷۔ إثارة الترغيب، ص ۱٦۰

۸۔ حیاة القلوب في زیارة المحبوب، باب دوازدہم، فصل در بیان فضائل عمرہ، ص ۲۳۰

مکی، آفاقی اور متمتع کے لئے عمرہ کا حکم

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص مکہ میں رہتا ہو یا حِل میں وہاں جائے تو اسے کثرت سے عمرے کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اسی طرح وہ شخص جو آفاقی ہو اس کا کیا حکم ہے؟ اور پھر متمتع کے حق میں حج سے قبل عمرہ کا حکم کیا ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالٰی وتقدس الجواب: حج کے مہینوں کے علاوہ (یعنی شوال سے قبل اور دس ذوالحجہ کے بعد) مکہ میں مقیم شخص کو چاہئے کہ کثرت سے عمرے کرے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

باید مقیم مکہ کہ بسیار بجا آوردہ عمرہ ہا را در غیر اَشْہُرِ حج۔

یعنی، مقیم مکہ کو چاہئے کہ غیر اَشْہُرِ حج میں کثرت سے عمرے بجالائے۔

اور اَشْہُرِ حج میں مکی یا مکہ میں آنے والا یا مواقیت کے اندر رہنے والا اور باہر سے آنے والا اگر اسی سال حج کا ارادہ نہیں رکھتا تو اُسے عمرہ کرنا روا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

امّا حکم اعتمار در اَشْہُرِ حج در حق مکی و کسے کہ وارد شدہ است در مکہ و کسے کہ ساکن است در قُربِ مکہ، داخل مواقیت پس آن است کہ عمرہ کردن در اَشْہُرِ حج در حق او جائز است باتفاق علماء اگر دران سال حج نکند زیرانکہ این عمرہ مفرد است کذا أفاد فی "شرح الکرخی" للإمام قدوری و "المبسوط" لشیخ الإسلام، "و النهایة"، "و العنایة"، و "البحر الرائق"۔

یعنی، مگر مکی اور وہ شخص جو مکہ وارد ہوا اور وہ جو قربِ مکہ داخلِ مواقیت کا رہنے والا ہے، اَشْہُرِ حج میں عمرہ کرے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ اسی سال حج نہ کرے تو اُسے عمرہ ادا کرنا اس کے حق میں باتفاق علماء جائز ہے کیونکہ (اس صورت میں اس کا) یہ عمرہ مفرد ہے، اسی طرح "شرح

کرخی "للامام قدوری، "مبسوط" لشیخ الاسلام، "نہایہ"، "عنایہ" اور "بحر الرائق" میں افادہ کیا۔

واما، اگر عمرہ کند و بعد از ان حج نیز کند دران سال پس آن برو وقسم است یا بروجہ تمتع است یا بروجہ قران واین ہر دووجہ منہی است درحق مکی و من فی حکمہ نہ درحق آفاقی (۹)

یعنی، اگر (کوئی شخص) عمرہ کرے اوراس کے بعد اُسی سال حج کرے پس وہ دو قسم پر ہے یا تو بروجہ تمتع یا بروجہ قران اور یہ ہر دوُ جوہ اس کے حق میں ممنوع ہیں جو مکی ہے اور وہ جو مکی کے حکم میں ہے، نہ کہ آفاقی کے حق میں۔

اس سے ثابت ہوا کہ عمرہ کرنا آفاقی کے حق میں مکروہ نہیں ہے بلکہ اسے عمرہ کرنا روا ہے اور پھر متمتع غیر السائق للہدی (یعنی ایسا متمتع جو قربانی کا جانور ساتھ نہیں لایا) مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد قبل احرامِ حج مزید عمرے کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اور راجح قول یہی ہے کہ کرسکتا ہے اس لئے کہ عمرے کا کوئی وقت مقرر نہیں صرف پانچ دن یعنی ۹/ذی الحجہ سے ۱۳/ذی الحجہ تک ناجائز ہے۔ ان ایام کے علاوہ پورے سال جب چاہے کرسکتا ہے اور قارن کو ان دنوں میں بھی عمرہ جائز ہے۔ (۱۰)

علامہ حسن بن عمار منصور اوز جندی حنفی المعروف بقاضیخان متوفی ۵۹۲ھ (۱۱) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی (۱۲) نقل کرتے ہیں:

وقتها جميع السنة إلا خمسة أيام تكره فيها العمرة لغير القارن وهي يوم عرفة، و يوم النحر و أيام التشريق

۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیزدہم، فصل اول، دربیان :آداب اقامت نمودن درمکہ معظمہ، ص ۲۳٤

۱۰۔ فتاویٰ فیض الرسول، المجلد (۱)، کتاب الحج، ص ٥٤١

۱۱۔ فتاویٰ قاضیخان علی ہامش الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الحج، فصل فی العمرۃ، ص ۳۰۱

۱۲۔ الفتاویٰ الہندیۃ، المجلد (۱)، کتاب المناسک، الباب السادس فی العمرۃ، ص ۲۳۷

یعنی، عمرہ کا وقت پورا سال ہے سوائے پانچ ایام کے جن میں غیر قارن کو عمرہ کرنا مکروہ ہے اور وہ پانچ ایام یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ)، یوم نحر (۱۰ ذو الحجہ) اور تین دن تشریق کے (یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ غروب آفتاب تک) ہیں۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جازت فی کل السنة و ندبت فی رمضان و کرهت تحریماً یوم عرفة و أربعة بعدها (۱۳)

یعنی، عمرہ پورا سال جائز ہے اور رمضان میں مندوب ہے اور یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) اور اس کے بعد چار دنوں (۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک) میں مکروہ تحریمی ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متفی ۱۲۵۲ھ نے تصریح فرمائی کہ

وقد ذکر فی "اللباب" المتمتع لا یعتمر قبل الحج قال شارحه هذا بناء علی أن المکی ممنوع من العمرة المفردة أیضاً، و قد سبق أنه غیر صحیح بل أنه ممنوع من التمتع و القران و هذا المتمتع آفاقیّ غیر ممنوع من العمرة فجاز له تکرارها لأنها عبادة مستقله أیضاً کالطواف اھ (۱٤)

یعنی، "اللباب" میں مذکور ہے کہ متمتع حج سے قبل (حج تمتع کے عمرہ کے سوا) عمرہ نہیں کرے گا اس کے شارح نے فرمایا ہے یہ اس بنا پر ہے کہ مکی کو عمرہ مفردہ سے بھی (شرعاً) روکا گیا ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ اسے (یعنی مکی کو) تمتع اور قران سے روکا گیا ہے اور یہ متمتع (مکی نہیں ہے) آفاقی ہے جسے عمرہ سے نہیں روکا گیا تو اس کے لئے عمرہ کا تکرار جائز ہے کیونکہ عمرہ بھی طواف کی طرح ایک مستقل

۱۳۔ الدر المختار، کتاب الحج، أحکام العمرة، ص ٤٧٣

۱٤۔ منحة الخالق حاشیة البحر الرائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب التمتع، ص ٣٦٦

عبادت ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین نے ''درمختار'' کی عبارت "و أقام مكة حلالاً" کے تحت ''تنبیہ'' کے نام سے عنوان قائم کر کے لکھا:

أفاد أنه يفعل ما يفعله الحلال فيطوف بالبيت ما بدا له و يعتمر قبل الحج (١٥)

یعنی، مصنّف کے اس قول نے اِفادہ کیا کہ وہ (یعنی متمتع آفاقی) وہ سب کچھ کرے گا جو غیر احرام والا کرتا ہے پس حج سے قبل جب اس کے لئے ظاہر ہو (یعنی جب چاہے) طواف کرے اور عمرہ کرے۔

لہٰذا متمتع (آفاقی) کے لئے حج سے قبل عمرے کرنا جائز ہے، بہر حال اس سے انکار نہیں ہے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور امام اہلسنّت نے بھی اس مسئلہ میں اختلاف کو ذکر فرمایا ہے چنانچہ مفتی جلال الدین امجدی لکھتے ہیں: چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ نے بھی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم، ص ۶۷۰ پر اس مسئلہ پر اختلاف کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: لاختلاف العلماء فی نفس جواز العمرة فی أشهر الحج (١٦)

اور پھر کوئی اس بنا پر شبہ میں نہ پڑے کہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ سے سکوت فرمایا ہے اس لئے متمتع کو حج سے قبل عمرہ نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ مندرجہ بالا سطور میں بیان کر دیا گیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ضرور ہے مگر راجح یہی ہے عمرہ بلکہ عمروں کا تکرار جائز ہے، چنانچہ صدر الشریعہ کے سکوت کے بارے میں مفتی جلال الدین امجدی لکھتے ہیں:

اور اہلِ حرم کے عمل سے عدم جواز ظاہر ہے غالباً اس لئے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ کے بیان سے سکوت فرمایا۔ (١٧)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱نوفمبر ۲۰۰۶م (F-225)

۱۵۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب المتمتع، ص۵۳۷

۱۶۔ فتاویٰ فیض الرسول: ۱/ ۵۴۱۔ ۵۴۲

عمرہ کا احرام جعرانہ سے باندھنا افضل ہے یا مسجد عائشہ سے

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص مکہ معظّمہ میں ہو اور وہ عمرہ کے لئے احرام باندھنا چاہے تو کہاں سے باندھے، جعرانہ سے یا تنعیم (مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا) سے؟۔ اور لوگوں میں مشہور ہے کہ وہ جعرانہ سے عمرہ کو بڑا عمرہ اور مسجد عائشہ سے عمرہ کو چھوٹا عمرہ کہتے ہیں اور کچھ لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ جعرانہ سے نبی ﷺ نے خود عمرہ کا احرام باندھا ہے اس لئے اس میں ثواب زیادہ ہے۔

(السائل: حافظ عامر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مکی حقیقی ہو یا حکمی اس کو احرام باندھنے کے لئے حُدودِ حرم سے باہر جانا ہوگا پھر وہ جہاں سے بھی احرام باندھے مگر اس کے لئے تنعیم (مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا) سے عمرہ کا احرام باندھنا افضل ہے کیونکہ جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھنا نبی ﷺ کا فعل ہے اور تنعیم سے احرام باندھنے کا آپ نے حکم فرمایا اور احناف کے ہاں قاعدہ ہے کہ قول فعل پر راجح ہوتا ہے۔ چنانچہ اسعد محمد سعید الصاغرجی لکھتے ہیں:

و الدليل القولی مقدّم عندنا على الفعلى (۱۸)

یعنی، ہمارے نزدیک دلیل قولی (دلیل) فعلی پر مقدم ہوتی ہے۔

لہٰذا تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھنا افضل ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ (۱۹) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ عالم بن العلاء الانصاری متوفی ۷۸۶ھ (۲۰) نے نقل کیا کہ:

و فی الهداية: إلا أن التنعيم أفضل لورود الأثر به

یعنی، "ھدایہ" میں ہے: مگر وُرودِ اثر کی وجہ سے تنعیم (سے عمرہ کا احرام

۱۸۔ التيسير فی الفقه الحنفی، ص۶۳۳

۱۹۔ الهداية، المجلد (۱۔۲)، كتاب الحج، فصل، ص۱۴۸

۲۰۔ الفتاوىٰ التاتار خانية، المجلد (۲) كتاب الحج، الفصل الرابع فی، ص۳۵۷

باندھنا) افضل ہے۔

اورعلامہ فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

و التنعیم أفضل لأمره علیه الصلوٰة و السلام بالاحرام منه (۲۱)

یعنی، تنعیم افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے وہاں سے احرام باندھنے کا حکم فرمایا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

افضل مکان احرام برائے عمرہ در حق اہلِ مکہ تنعیم است زیرانکہ امر کردہ بود حضرت پیغمبر خدا ﷺ مر عائشہ رضی اللہ عنہا رابستن احرام از تنعیم، و بعدازان جعرانہ است (۲۲)

یعنی، اہلِ مکہ (یا وہ جو مکی کے حکم میں ہے اس) کے حق میں عمرہ کا احرام باندھنے کی افضل جگہ تنعیم (یعنی مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا) ہے کیونکہ نبی ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے (عمرہ کا) احرام باندھنے کا حکم فرمایا تھا اور تنعیم کے بعد جعرانہ (دیگر جگہوں سے افضل) ہے۔

اور جعرانہ مکہ مکرمہ سے جانب طائف تقریباً 29 کلومیٹر پر واقع ہے، غزوۂ حنین سے واپسی پر حضور ﷺ نے یہاں سے عُمرے کا احرام باندھا تھا، یہ نہایت ہی پُرسوز مقام ہے، حضرت سید عبدالوہاب متقی علیہ الرحمہ نے یہاں ایک بار رات گزاری تو رات میں سو (100) مرتبہ آقا کریم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔

اور علامہ علاؤالدین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و أفضله: التنعیم و هو أقرب المواضع من مکة، عند مسجد عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، و یُعرف الاٰن عند العوام بالعمرة الجدیدة (۲۳)

یعنی، اس کا افضل تنعیم ہے اور تمام جگہوں میں مکہ سے زیادہ قریب ہے،

۲۱۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۲) کتاب الحج، ص۲۴۸

۲۲۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دو از دهم دز ذکر احکام عمره، ص ۲۳۰

۲۳۔ الهدیة العلائیة، أحکام الحج، العمرة و أحکامها، ص ۱۹۰

مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہے اور (وہاں سے عمرہ) اب عوام کے ہاں عمرہ جدیدہ کے نام سے معروف ہے۔ (اور اب عوام میں چھوٹا عمرہ کے نام سے معروف ہے)

اور محمد سعید الصاغرجی لکھتے ہیں:

تنعیم (عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے) افضل ہے...... اور تنعیم صرف اس لئے افضل ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ اپنی بہن (اُمّ المؤمنین) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم لے جائیں کہ وہ وہاں سے احرام باندھیں۔(۲۴)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰۶م (229-F)

کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جعرا[نہ] سے نبی ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا فرمایا ہے، کیا آپ ﷺ کے سوا صحابہ کرام [نے] بھی وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا ہے؟

(السائل: رضوان ہارون، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جعرانہ سے نبی ﷺ کا عمرہ کا احرا[م] باندھنا جس طرح احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اسی طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان کا وہا[ں] سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کرنا بھی ثابت ہے، چنانچہ حدیث شریف ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَ أَصْحَابَہُ اعْتَمَرُوا مِنَ الْجِعْرَانَۃِ، فَرَمَلُوا بِالْبَیْتِ، وَ جَعَلُوا أَرْدِیَتَھُمْ تَحْتَ

۲۴۔ التیسیر فی الفقہ الحنفی، کتاب الحج، أحکام العمرۃ، ص ۶۳۳

أُبَاطِهِمُ، قَدْ قَذَفُوهَا عَلٰی عَوَاتِقِهِمُ الْیُسْرٰی (۲۵)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ نے جعرانہ سے عمرہ کیا اور (بیت اللہ کے طواف کے دوران) رمل کیا اور انہوں نے اپنی چادروں کو اپنی بغلوں کے نیچے کیا اور انہیں اپنے بائیں کندھوں پر ڈالا۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے "المسند" میں، اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے "السنن الکبریٰ" میں روایت کیا ہے۔(۲۶)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۵ ذوالحجة ۱۴۲۷ھ، ٤ ینایر ۲۰۰۷ م　(356-F)

مقام تنعیم اور جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھنا

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین کہ مکة المکرّمہ میں مسجد عائشہ اور جعرانہ سے عمرہ کی نیت کرنے سے کیا عمرہ ادا ہو جائے گا۔ اور بڑا یا چھوٹا عمرہ کی کوئی حیثیت ہے کہ نہیں؟ برائے مہربانی احادیث اور ائمہ اربعہ کے اقوال کی روشنی میں تفصیلاً جواب عنایت فرمائیں۔ آج کل لوگوں سے سُنا ہے کہ اس طرح عمرہ ادا نہیں ہوتا عمرہ کے لئے ۳۵ کلومیٹر سے دُور جانا ہوگا۔

اور اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو یہ کہے کہ مسجدِ عائشہ اور جعرانہ سے عمرہ کے احرام کی نیت کرنے کو دل نہیں مانتا ہے۔

(السائل: محمد فاروق ناگوری، موسیٰ لین، کراچی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ و تقدس الجواب: ہر وہ شخص جو مکہ مکرمہ میں ہو اور وہ عمرہ کا احرام باندھنا چاہے اس پر لازم ہے کہ وہ حُدودِ حرم سے باہر جا کر احرام

۲۵۔ سنن أبی داؤد، المجلد (۲)، کتاب المناسك، باب (۵۰) الإضطباع الخ، ص ۳۰۵، الحدیث: ۱۸۸٤

۲٦۔ السنن الکبریٰ، المجلد (۵)، کتاب الحج، باب الاضطباع للطواف، ص ۱۲۹، الحدیث: ۹۲۵٦

باندھے اور مقام تنعیم اور مقام جعرانہ دونوں حُدودِ حرم سے باہر ہیں۔ لہٰذا ان مقامات سے احرام باندھنا شرعاً درست ہے۔

اور ان مقامات کا حُدودِ حرم سے خارج ہونا اور ان مقامات سے احرام باندھنا احادیثِ نبویہ ﷺ سے ثابت ہے۔

مقام تنعیم کے حِل ہونے اور حُدودِ حرم سے خارج ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کے حکم سے مقام تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ چنانچہ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع میں مدینہ سے روانہ ہوئے ہم عمرہ کا احرام باندھا پھر نبی ﷺ نے فرمایا جن کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ حج کے ساتھ عمرہ کا بھی احرام باندھیں اس وقت تک احرام نہ کھولیں جب تک دونوں سے فارغ نہ ہو جائیں پھر جب میں مکہ پہنچی تو حائضہ ہوگئی (یعنی ماہواری کا خون آیا) تو میں نے نہ بیت اللہ کا طواف کیا نہ صفا مروہ کی سعی کی۔ اور میں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں شکایت کی۔ آپ نے فرمایا سر کھول دو، کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو رہنے دو، میں نے ایسا ہی کیا۔ جب ہم حج پورا کر چکے تو حضور ﷺ نے (میرے بھائی) عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تنعیم سے عمرہ کرانے کے لئے روانہ کر دیا پس میں نے عمرہ کیا۔ (۲۷)

اور امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ کی ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

۲۷۔ صحیح البخاری، المجلد (۱)، کتاب (۲۵) المناسک، باب (۳۱) کیف تهلّ الحائض و النفساء، ص ۳۸۴، الحدیث: ۱۵۵۶

"اُخرُج بِأُختِكَ مِنَ الحَرَمِ فَلتُهِلَّ بِعُمرَةٍ" (۲۸)

یعنی، اپنی بہن (اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو حرم سے لے کر جاؤ تا کہ وہ عمرہ کا احرام باندھ لے۔

اور مقام جعرانہ کے حِل ہونے اور وہاں سے عمرہ کا احرام جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خود سرورِ کائنات ﷺ نے اس مقام سے عمرہ کا احرام باندھا ہے۔

چنانچہ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت قتادہ تابعی نے صحابیٔ رسول ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا نبی ﷺ نے کتنے عمرے کئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا چار۔ ایک تو حدیبیہ والا عمرہ ذوالقعد کے مہینے میں جہاں پر مشرکوں نے آپ کو روک دیا تھا اور دوسرا آئندہ سال اس عمرہ کی قضاء ماہ ذوالقعد میں جب ان سے صلح کی۔ تیسرا جعرانہ کا عمرہ جب غزوۂ حنین کا مالِ غنیمت آپ نے تقسیم کیا (چوتھا حج کے ساتھ) حضرت قتادہ کہتے ہیں میں نے پوچھا حج کتنے کئے؟ انہوں نے فرمایا ایک۔ (۲۹)

اور جعرانہ طائف اور مکہ کے درمیان واقع ہے مکہ سے یہ جگہ زیادہ قریب ہے اور تنعیم کی بنسبت جعرانہ کعبۃ اللہ سے کچھ دُور ہے اسی لئے لوگ جعرانہ سے عمرہ کو بڑا عمرہ اور تنعیم سے عمرہ کو چھوٹا عمرہ کا نام دیتے ہیں۔

لہذا ثابت ہوا کہ یہ دونوں مقامات حُدودِ حرم سے باہر ہیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھنا جائز ہے اور پینتیس (۳۵) کلومیٹر کا کوئی اعتبار نہیں، اعتبار صرف حُدودِ حرم کا ہے اور حُدودِ حرم کسی طرف سے دُور اور کسی طرف سے نزدیک ہیں۔

اور جو شخص یہ کہے کہ تنعیم اور جعرانہ سے احرام کے جواز کو میرا دل نہیں مانتا اُسے چاہئے

۲۸۔ صحیح مسلم، کتاب (۱۵) الحج، باب (۱۷) بیان وجوہ الإحرام، ص ۴۵۰، الحدیث: ۱۲۳ (۱۲۱۱)

۲۹۔ صحیح البخاری، المجلد (۱)، کتاب (۲۶) العمرۃ، باب (۳) کم اعتمر النبی ﷺ، ص ۴۳۶، الحدیث: ۱۷۷۸

کہ اپنے دل کا علاج کرے کیونکہ احکام شرع دل کے ماننے یا نہ ماننے پر موقوف نہیں بلکہ قرآن وحدیث پر موقوف ہیں اور پھر ان مقامات کا حُدودِ حرم سے خارج ہونا اور ان سے احرام عمرہ کے جواز پر نبی ﷺ کا قول وفعل صحیح احادیث کے ذریعہ مروی ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

الخمیس، ۲۲ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ، ۴ اپریل ۲۰۰۲م (236_JIA)

۹،۱۰،۱۱،۱۲اور ۱۳ ذوالحجہ کو عمرہ کا احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حُدودِ میقات سے باہر کا رہنے والا شخص ۹،۱۰،۱۱،۱۲اور ۱۳ ذوالحجہ میں عمرہ کا احرام باندھنا چاہے تو کیا حکم ہے اور اگر وہ اِن تاریخوں میں احرام باندھ لے تو کیا حکم ہے اور اگر ان تاریخوں سے پہلے احرام باندھ لیا ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: خالد، حسین آباد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: آفاقی (یعنی وہ شخص جو حُدودِ میقات سے باہر کا رہنے والا ہو) پورا سال اس کے لئے عمرہ کا وقت ہے سوائے اِن پانچ تاریخوں (یعنی ۹،۱۰،۱۱،۱۲اور ۱۳ ذوالحجہ) کے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و جازت فی کلّ السنة و ندبت فی رمضان و کرهت تحریماً یوم عرفة و أربعة بعدها (۳۰)

یعنی، عمرہ پورے سال جائز ہے اور رمضان میں مندوب ہے اور یومِ عرفہ اور اس کے بعد چار دنوں میں مکروہ تحریمی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

واَمّا زمان عمرہ پس اگر معتمر غیر مکّی ہست زمان عمرہ او تمام سال ست الاّ

۳۰۔ الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب: أحکام العمرة، ص۴۷۳

ایام خمسہ اعنی روز عرفہ و روز عید نحر و سہ روز تشریق بعد از روز نحر (۳۱)

یعنی، مگر عمرہ کا زمانہ پس اگر معتمر غیر مکی ہے تو اس کے عمرہ کا زمانہ پورا سال ہے سوائے پانچ دنوں کے، ان سے میری مراد یوم عرفہ، یوم عید الضحیٰ اور عید الضحیٰ کے بعد تین دن تشریق کے (یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ)

اور ان پانچ ایام میں عمرہ کی ممانعت سے مراد ہے کہ عمرہ کا احرام باندھنا اور اگر کوئی باندھ لے گا تو کراہت تحریمی کا مُرتکِب ہوگا، چنانچہ لکھتے ہیں:

ابتداء احرام درین ہر پنج روزہ مکروہ ست تحریماً (۳۲)

یعنی، کہ ان پانچ ایام میں ہر ایک میں احرام کی ابتداء مکروہِ تحریمی ہے۔

اور احرام باندھ لینے کی صورت میں احرام لازم ہو جائے گا اور اُسے اِن ایام میں عمرہ چھوڑنا لازم ہوگا کیونکہ عمرہ تو احرام باندھنے سے لازم ہو گیا چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

لزمتہ بالشروع، لکن مع کراھۃ تحریم (۳۳)

یعنی، شروع کرنے سے اُسے لازم ہو جائے گا لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ۔

اس کے تحت علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأن الشروع فیھا ملزم کما مرّ (۳٤)

یعنی، کیونکہ اس میں شروع ہونا لازم کرنے والا ہے جیسا کہ پہلے گزرا ہے۔

اور کراہت کی وجہ سے اُسے حکم ہے کہ وہ اپنے عمرہ کو ترک کر دے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی نقل کرتے ہیں:

۳۱- حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص٦٤

۳۲- حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص٦٤

۳۳- الدر المختار شرح تنویر الأبصار: ۲/۵۸۸-۵۸۹

۳٤- رد المحتار علی الدر المختار: ۲/۵۸۹

و قد کرهت العمرة فی هذه الأیام أیضاً فلهٰذا یلزمه رفضها ا ھ(۳۵)

یعنی، ان ایام میں عمرہ مکروہ بھی ہے پس اس وجہ سے اُسے عمرہ کا چھوڑنا لازم ہے۔

اور اگر چھوڑ دے تو قضاء اور دَم دونوں لازم ہوں گے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

پس اگر اختیار کرد کراہت را وابتدا کرد احرام درین ایام خمسہ امر کردہ شود اُورا بر فض عمرہ، پس اگر رفض کرد قضاء کند آن عمرہ را، ولازم گردد بروی دم رفض (۳۶)

یعنی، پس اگر اس نے کراہت کو اختیار کیا اور ان پانچ دنوں میں احرام کی ابتداء کر لی تو اُسے حکم دیا جائے گا کہ وہ عمرہ تو چھوڑ دے، پس اگر وہ عمرہ کو چھوڑ دے تو اس عمرہ کی قضاء کرے گا اور اُسے عمرہ چھوڑنے کا دَم لازم آئے گا۔

اور اگر وہ عمرہ کو ان ایام میں نہ چھوڑے بلکہ ادا کر لے تو عمرہ مع الکراہت صحیح ہو جائے گا اور کوئی دَم لازز نہ ہوگا، چنانچہ لکھتے ہیں:

اگر رفض نکرد وادا نمود عمرہ را ہم درین ایام صحیح گردد عمرۂ او مع الکراہۃ، و لازم نباشد دم بروی برائے ترک رفض (۳۷)

یعنی، اور اگر عمرہ نہ چھوڑے اور ان ہی ایام میں عمرہ ادا کر لے تو اس کا عمرہ مع الکراہت صحیح ہو جائے گا اور اس پر ترکِ رفض کی وجہ سے دَم لازم نہ ہوگا۔

اور فقہاء کرام نے ان ایام میں احرام باندھنے کو جب مکروہ تحریمی قرار دیا ہے پھر چاہے

۳۵۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب الحج، باب الجنایات، مطلب: لا یجب الضمان الخ، ص ۵۸۹

۳۶۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، ص ٦٤

وہ اسی احرام سے مع الکراہۃ عمرہ کے افعال ادا کر لے یا توڑ کر دَم دے اور قضاء کرے اور ظاہر ہے کہ وہ کراہت تحریمی کے ارتکاب سے گنہگار ہوا تو بہر صورت اُسے توبہ بھی کرنی ہو گی کیونکہ جس طرح بلا عذر واجب کا ترک گناہ ہے اسی طرح کراہتِ تحریمی کا ارتکاب بھی گناہ ہے۔

اور اگر وہ ان ایام میں احرام باندھے اور عمرہ ادا نہ کرے، احرام میں ہی رہے یہاں تک کہ ایام تشریق گزر جائیں پھر طواف وسعی کرے اور حلق بھی تو اس صورت میں بھی اس پر دَم لازم نہ ہو گا توبہ ضرور کرنی ہو گی کہ وہ کراہت تحریمی کا مُرتکِب ہوا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

ہمچنین اگر رفض نہ کرد و توقف نمود تا مضیٔ ایام تشریق بعد ازان طواف عمرہ کرد لازم نباید دم بروے (۳۸)

یعنی، اسی طرح اگر عمرہ نہ چھوڑے اور توقّف کرے یہاں تک کہ ایام تشریق گزر جائیں اس کے بعد طوافِ عمرہ کرے تو اس پر دَم لازم نہ ہو گا۔

ان پانچ ایام میں غیر مکی کے عمرہ کی دوسری صورت یہ ہے اس نے احرام ان پانچ دنوں سے قبل باندھا تھا پھر ابھی عمرہ ادا نہ کیا تھا کہ ایام خمسہ شروع ہو گئے تو اس پر ترکِ عمرہ لازم نہیں، اسی احرام سے عمرہ ادا کر لے تو بھی درست ہے کیونکہ ان ایام میں عمرہ کا احرام ممنوع ہے نہ کہ ادائیگی جب کہ احرام ان ایام سے قبل ہو چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

أی کرہ إنشاؤھا بالإحرام لا أدائھا بالإحرام السابق (۳۹)

یعنی، ان ایام میں عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ ہے نہ کہ احرام سابق کے ساتھ ان ایام میں ادائیگی۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

إن المکروہ إنشاء العمرۃ فی ھذا الأیام لا فعلھا فیھا بإحرام سابق (۴۰)

۳۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ٦٤

۳۹۔ الدر المختار: ۲/۴۷۳

۴۰۔ رد المحتار، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب القران، ص ۵۳۵

یعنی، مکروہ اِن ایام میں عمرہ کو شروع کرنا ہے (یعنی احرام باندھنا ہے) نہ کہ سابق احرام کے ساتھ ادا کرنا۔

لیکن اس صورت میں بھی اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ عمرہ ادا کرنے میں اتنی دیر کرے کہ ایام تشریق (۱۱، ۱۲، اور ۱۳ تاریخ) گزر جائیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

اما اگر احرام پیشتر از ایام مذکورہ بستہ بود پس طاری شدند بروے این ایام لازم نباشد بروے رفض عمرہ، پس اگر ادا گرد عمرہ را درین ایام باحرام سابق لابأس بہ ست و مستحب ست کہ تاخیر نماید اداء عمرہ را تا مضیٰ ایام تشریق درین صورت نیز (۴۱)

یعنی، اگر (غیر مکی نے) ایام مذکورہ سے پہلے احرام (عمرہ) باندھا ہو پھر یہ ایام آ گئے تو اس پر عمرہ کو چھوڑنا لازم نہ آئے گا، پس اگر وہ اپنے سابق احرام کے ساتھ انہی ایام میں عمرہ ادا کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور مستحب ہے کہ اس صورت میں بھی ادائیگی عمرہ میں تاخیر کرے یہاں تک کہ ایام تشریق گزر جائیں۔

یاد رہے کہ یہ حکم صرف آفاقی کے لئے نہیں ہے بلکہ اس حکم میں مکی اور آفاقی دونوں برابر ہیں، چنانچہ علامہ شامی ''حاشیۃ المدنی'' کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"لا فرق فی ذلك بین المکی و الآفاقی الخ (۴۲)

یعنی، اس میں مکی اور آفاقی کے مابین کوئی فرق نہیں (یعنی ان ایام میں عمرہ دونوں کے لئے مکروہ ہے)۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۲۲ نوفمبر ۲۰۰۶ م (217-F)

۴۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب أول: در بیان إحرام، فصل دویم، نوع دویم، ص ۶۴

۴۲۔ منحۃ الخالق علی البحر الرائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب التمتع، تحت قولہ: و لا تمتع و لا قران الخ، ص ۳۶۶

حاجی کے لئے عمرہ کرنا کب مکروہ ہے؟

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی کے لئے عمرہ کرنا کب مکروہ ہے اور کیوں؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: حاجی کے لئے یوم عرفہ اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ چاہے وہ آفاقی ہو یا مکی، چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و تكره يوم عرفة و النحر و أيام التشريق و قال: فى شرحه: منقول عن عائشة: و الظاهر أنه سماع من النبى ﷺ، (۴۳)

یعنی، عمرہ یوم عرفہ اور ایام تشریق میں مکروہ ہے، سید عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، ظاہر ہے کہ وہ نبی ﷺ سے سماع ہے۔

اور علامہ مظفر الدین بن احمد بن علی ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و تجوز كل العام إلا يوم النحر و أيام التشريق (۴۴)

یعنی، عمرہ پورے سال (بلا کراہت) جائز ہے سوائے یوم نحر اور ایام تشریق کے۔

اور امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی لکھتے ہیں:

أما وقت العمرة فجميع السنة وقت لها: إلا أنه يكره فى خمسة أيام: يوم عرفة، و يوم النحر و أيام التشريق (۴۵)

یعنی، مگر وقت عمرہ تو پورا سال اس کا وقت ہے مگر عمرہ پانچ ایام میں مکروہ

۴۳۔ المختار مع شرحه للمصنّف، الجزء (۱)، كتاب الحج، فصل فى أحكام العمرة، ص ۲۰۴

۴۴۔ مجمع البحرين، كتاب الحج، فصل فى العمرة، ص ۲۵۴

۴۵۔ المسالك فى المناسك، المجلد (۱)، القسم الثانى فى بيان نسك الحج، فصل فى وقت العمرة، ص ۲۹۳

ہے: یوم عرفہ، یوم نحر اور ایامِ تشریق۔

کراہت کی وجہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول فرمان ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اور دوسری وجہ یہ بیان کی گئی کہ یہ ایام افعال حج کی ادائیگی کے ایام ہیں اور ان دنوں میں عمرہ کرنے میں مشغول ہوگا تو افعالِ حج میں سے بعض افعال کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے، چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی لکھتے ہیں:

ولأن علیه فی هذه الأیام باقی أفعال للحج، فلو اشتغل بالعمرة ربما اشتغل عنها فتفوت و لو أداها فیها جاز مع الكراهة كصلاة التطوع فی الأوقات الخمسة المكروهة (٤٦)

یعنی، کیونکہ ان ایام میں حاجی پر باقی افعال حج کی ادائیگی ہے، لیکن اگر وہ عمرہ میں مشغولِ ہوگیا تو بہت ممکن ہے کہ وہ افعال حج سے عدم توجہی کا شکار ہو جائے اور اس سے افعال حج فوت ہو جائیں اور اگر عمرہ اس نے ان ایام میں ادا کرلیا تو مع الکراہت جائز ہوگیا جیسے نفل نماز پانچ مکروہ اوقات میں ادا کرنا۔

اور مکی اور حِل (یعنی مواقیت خمسہ کے اندر) کے رہنے والا اگر اسی سال حج کا ارادہ رکھتا ہو تو اُسے اَشْہُرِ حج میں عمرہ مکروہ ہے کیونکہ اس کا حج یا تو تمتع ہوگا یا قران اور ان کے حق میں دونوں ممنوع ہیں إلا فلا مانع للمكی من العمرة المفردة فی أشهر الحج۔ فافهم

یعنی، ورنہ مکی کو اَشْہُرِ حج میں عمرہ مفردہ سے کوئی مانع نہیں۔

اور کراہت سے مراد تحریمی ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و كرهت تحریماً یوم عرفة و أربعة بعدها، و أشهر الحج لمن یرید الحج من أهل مكة، و لمن أقام بها قبل أشهره، و لمن فی داخل المیقات (٤٧)

٤٦۔ كتاب الاختیار لتعلیل المختار الجزء (١)، كتاب الحج، فصل فی أحكام العمرة، ص٢٠٤

٤٧۔ الهدیة العلائیة، أحكام الحج العمرة و أحكامها، ص١٨٨

یعنی، عمرہ مکروہ تحریمی ہے عرفہ اور اس کے بعد چار دن (یعنی ذوالحجہ کی ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲اور ۱۳ تاریخ) اور اَشْہُرِ حج میں اس شخص کے لئے جو اہلِ مکہ میں سے ہو اور اس کے لئے جو اَشْہُرِ حج سے قبل مکہ میں مقیم ہو گیا اور اس کے لئے جو حدودِ میقات کے اندر رہنے والا ہو۔

اور ''بہارِ شریعت'' میں بحوالہ "رد المحتار" ہے کہ

''دسویں سے تیرہویں تک حج کرنے والے کو عمرہ کا احرام باندھنا ممنوع ہے، اگر باندھا ہے تو توڑ دے اس کی قضاء کرے اور دم دے اگر کرلیا تو ہو گیا مگر دَم دے۔(۴۸)

جب کہ "تنویر الأبصار" اور "در مختار" کی عبارت "و کرهت تحريماً يوم عرفة و أربعة بعدها" (یعنی، یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) اور اس کے بعد چار روز (۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ سے غروبِ آفتاب تک حاجی کے لئے عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے) کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

زوال سے قبل یا زوال کے بعد یوم عرفہ کے بعد چار روز (حاجی کو عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے)۔(۴۹)

اور علامہ شامی "بحر الرائق" کے حاشیہ میں "حاشية المدنی" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

لأن العمرة جائزة فی جميع السنة إلا فی خمسة أيام لا فرق فی ذلك بين المكی و الآفاقی كما صرّح به فی "النهاية"، و "المبسوط"، و "البحر"، و "أخی زاده"، و العلامة قاسم و غيرهم اھ (۵۰)

۴۸۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، کتاب الحج، احرام ہوتے ہوئے دوسرا احرام باندھنا، ص۱۱۹

۴۹۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، مطلب: أحكام العمرة، ص۴۷۳

۵۰۔ منحة الخالق حاشية البحر الرائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: و لا تمتع و لا قران الخ، ص۳۶۶

یعنی، کیونکہ عمرہ پورے سال جائز ہے سوائے پانچ ایام کے، اس میں مکی اور آفاقی میں کوئی فرق نہیں جیسا کہ "نہایہ" میں (صاحب نہایۃ نے)، "مبسوط" (میں صاحبِ مبسوط نے)، "بحر الرائق" (میں صاحب بحر نے)، اور اخی زادہ اور علامہ قاسم وغیرہم نے اس کی تصریح کی ہے۔

علامہ شامی نے "رد المحتار" اور "منحۃ الخالق" میں پانچ دنوں (یعنی ۹ تا ۱۳ ذوالحجہ) کا ذکر کیا ہے اور "بہار شریعت" میں علامہ شامی کی "ردالمحتار" کے حوالے سے چار ایام کا ذکر کتابت کی غلطی یا سہو پر مبنی ہے۔

اور یاد رہے کہ متمتع کے حق میں احرام حج میں ایام حج سے قبل عمرے کرنا اصح قول کے مطابق مکروہ نہیں ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الأربعہ ۸ شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰٦ م (218-F)

مدینہ منورہ اور جدہ کے رہنے والوں کا اَشْہُرِ حج میں عمرہ کرنا

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مدینہ شریف میں رہنے والے اور جدّہ کے رہنے والے اگر حج کے مہینوں میں عمرہ کریں تو کیسا ہے؟

(السائل: آصف مدنی، حسین آباد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مکی دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جو حقیقۃً مکہ کا رہنے والا ہو، دوسرا وہ جو حُدودِ میقات کے اندر کا رہنے والا ہو اگرچہ وہ حقیقت میں مکی نہیں مگر وہ مکی کے حکم میں ہے اور اسے حکماً مکی کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں قسم کے لوگ حج کے مہینوں کے علاوہ اگر عمرہ کریں تو کوئی ممانعت نہیں مگر حج کے مہینوں (یعنی شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں) دیکھا جائے گا کہ یہ لوگ اسی سال حج کا ارادہ رکھتے ہیں یا نہیں اگر ارادۂ حج رکھتے ہوں تو ان کو مذکورہ مہینوں میں عمرہ کرنا منع ہے اگر کریں گے تو مکروہ

ہوگا اور اگر اسی سال حج کا ارادہ نہیں رکھتے تو ان کے لئے کوئی ممانعت نہیں ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

> واما اگر معتمر مکی ست حقیقۃً یا حکماً، اما حقیقۃً پس ظاہر است ہر ایشان را عمرہ کردن در غیر اشہر حج مطلقاً، ومکروہ ست ایشان را عمرہ کردن در اشہر حج چوں قصد داشتہ باشد اداء حج را درین سال، اما اگر قصد حج درین سال ندارند جائز باشد عمرہ درحق ایشان دراشہر حج، چنانکہ درحق غیر ایشان (۵۱)
>
> یعنی، عمرہ کرنے والا اگر مکی ہے حقیقۃً یا حکماً، حقیقۃً مکی تو ظاہر ہے مگر حکماً تو وہ لوگ ہیں جو مواقیتِ خمسہ کے اندر رہنے والے ہیں، وہ مکی کے حکم میں ہیں، پس ان کو غیر اَشْہُرِ حج میں مطلقاً عمرہ کرنا جائز ہے اور اگر یہ لوگ اسی سال حج کرنے کا قصد رکھتے ہوں تو ان کو اَشْہُرِ حج میں عمرہ کرنا مکروہ ہے اور اگر اسی سال حج کا قصد نہیں رکھتے تو ان کے حق میں اَشْہُرِ حج میں عمرہ کرنا جائز ہے جیسا کہ ان کے غیر کے حق میں۔

اور مدینہ منورہ میقات سے باہر ہے اور جدّہ میقات کے اندر ہے لہٰذا مدینہ شریف کے رہنے والے اگر اُسی سال حج کا ارادہ رکھتے ہوں یا نہ، دونوں صورتوں میں اُشْہُرِ حج میں عمرہ ان کے حق میں جائز جب کہ جدّہ کے رہنے والے اگر اُسی سال حج کا ارادہ رکھتے ہوں تو اُشْہُرِ حج میں عمرہ اُن کے حق میں مکروہ ہے اور اگر قصدِ حج نہیں تو اُشْہُرِ حج میں عمرہ ان کے حق میں مکروہ نہیں جیسا کہ مدینہ شریف والوں کے لئے۔ اور مکی یا جو مکی کے حکم میں ہے اس نے اگر اشہُرِ حج میں عمرہ کا احرام باندھا اور اُسی سال حج کا بھی ارادہ ہو تو اس سال حج نہ کرے بلکہ عمرہ مکمل کر کے آئندہ سال حج کرے اور اگر اُسی سال حج کا احرام بھی باندھ لیا ہو اور عمرہ شروع کر چکا ہو تو حج کے احرام کو توڑ دے اور دم دے دے، اس سال عمرہ کر لے اور دوسرے سال حج کرے اور اگر وہ عمرہ توڑ دیتا ہے اور حج کرتا ہے تو بھی عمرہ توڑنے کا دم دے گا اور عمرہ ساقط ہو جائے گا اور اگر دونوں ادا کرتا ہے تو گنہگار ہوگا اور دم بھی واجب ہے کیونکہ اس شخص کے حق میں جو مکی یا مکی

۵۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب [illegible]

کے حکم میں ہو ایسا کرنا جنایت ہے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نقل کرتے ہیں:

ثم فی "النهاية" إضافة الإحرام إلى الإحرام فی حق المکی و من بمعناه (أی دون الآفاقی۔ رد المحتار و إرشاد الساری) جناية (۵۲)

یعنی، پھر "نہایہ" میں ہے کہ مکی اور وہ جو مکی کے حکم ہے (سوائے آفاقی کے) دونوں کے حق میں ایک احرام کو دوسرے احرام کی طرف ملانا جنایت ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ "درمختار" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

جو شخص میقات کے اندر رہتا ہے اس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا طواف ایک پھیرا بھی کر لیا اس کے بعد حج کا احرام باندھا تو اُسے توڑ دے اور دَم واجب ہے اس سال عمرہ کر لے، سال آئندہ حج اور اگر عمرہ توڑ کر حج کیا تو عمرہ ساقط ہو گیا اور دَم دے اور دونوں کر لئے تو ہو گئے مگر گنہگار رہا اور دَم واجب۔ (۵۳)

اور جس صورت میں فقہاء کرام نے گنہگار رہنا ذکر کیا ہے اس میں توبہ بھی لازم ہوگی۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰۶م (241-F)

متمتع کا ادائیگی حج سے قبل عمرے کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حجِ تمتع کرنے والا جب عمرہ کر کے فارغ ہو جاتا ہے اور اُسے حج تک مکہ میں رہنا ہوتا ہے تو اس دوران وہ حج سے قبل عمرہ کرنا چاہے تو عمرہ یا کئی عمرے کر سکتا ہے یا نہیں؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

۵۲۔ المسلك المتقسّط إلى المنسك المتوسط، باب الجمع بين النسكين المتحدين، ص ۳۲۱

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حج تمتع کرنے والا کو اس دوران عمرہ کرنا ممنوع نہیں ہے، چنانچہ ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و الظاهر أن المتمتع بعد فراغه من العمرة لا يكون ممتنعاً من إتيان العمرة، فإنه زيادة عبادة، و هو و إن كان فى حكم المكى إلّا أن المكى ليس ممنوعاً عن العمرة فقط على الصحيح، و إنما يكون ممنوعاً عن التمتع كما تقدم و الله أعلم (٥٤)

یعنی، ظاہر ہے کہ حجِ تمتع کرنے والے کو اپنے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد اور عمرہ کرنا ممنوع نہیں ہے، کیونکہ یہ تو عبادت کو زیادہ کرنا ہے اور وہ اگرچہ مکی کے حکم میں ہے مگر صحیح قول کے مطابق مکی کو (ان ایام میں) صرف عمرہ کرنا ممنوع نہیں ہے، اُسے تو تمتع (یعنی اَشْہُرِ حج میں عمرہ ادا کر کے، فراغت کے بعد اُسی سال حج کا احرام باندھنے) سے ممانعت ہے جیسے کہ گزر چکا۔ واللہ اعلم

اور اس کے حاشیہ میں علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

قوله: و الظاهر أن المتمتع بعد فراغه من العمرة لا يكون ممتنعاً من إتيان العمرة: تقدم من الشارح أنه نصّ على جواز عمرة المتمتع و سيأتى تمام الكلام على ذلك إن شاء الله تعالىٰ اهـ (٥٥)

یعنی، ظاہر ہے کہ حجِ تمتع کرنے والے کو اپنے عمرے سے فارغ ہونے کے بعد اور عمرہ کرنا ممنوع نہیں ہے۔ شارح کے حوالے سے پہلے گزرا کہ یہ متمتع کے لئے جواز عمرہ پر نص ہے اور عنقریب اس پر مکمل بحث آئے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ

٥٤۔ المسلك المتقسّط فى المنسك المتوسط، باب التمتع، ص ٢٩٩

اور علامہ السید ثابت اَبی المعانی بن فیض خان النمنکانی متوفی ۱۳۴۶ھ کے فتاویٰ میں ہے

و الظاهر أن المتمتع بعد فراغه من العمرة، فإنه زيادة عبادة، و هو و إن كان في حكم المكي إلاّ أن المكي ليس ممنوعاً عن العمرة فقط على الصحيح، و إنما يكون ممنوعاً عن التمتع كما تقدم والله تعالىٰ أعلم "ملا على القارى، ص ۱۸۰" قوله: الظاهر أن المتمتع بعد فراغه من العمرة لا يكون ممتنعاً من إتيان العمرة...... تقدم من الشارح إنه نصّ على جواز عمرة المتمتع (٥٦)

یعنی، ظاہر ہے کہ حج تمتع کرنے والے کو اپنے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد اور عمرہ کرنا ممنوع نہیں ہے کیونکہ یہ تو عبادت کو زیادہ کرنا ہے اور وہ اگرچہ مکی کے حکم میں ہے مگر صحیح قول کے مطابق مکی کو (ان ایام میں) صرف عمرہ کرنا ممنوع نہیں ہے، اُسے تو تمتع سے ممانعت ہے، اور ملا علی القاری کا قول، ظاہر ہے کہ متمتع کو عمرہ سے فراغت کے بعد اور عمرہ کرنا ممنوع نہیں...... شارح کے حوالے سے پہلے گزرا کہ یہ متمتع کے لئے جواز عمرہ پر نص ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلثاء، ٦ ذى القعدة ١٤٢٧ھ، ٢٨ نوفمبر ٢٠٠٦م (264-F)

عمرہ میں بے وضو طواف و سعی کا حکم

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے اگر بے وضو عمرہ کا طواف و سعی کر لئے اور احرام کھول دیا اب اس پر کیا لازم ہوگا۔ اور اگر وطن واپس لوٹ آئے تو کیا حکم ہے؟

(السائل: طالب قادری، حج شریف، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اس صورت میں حکم یہ ہے کہ وہ جب تک مکہ میں ہو عمرہ کے طواف اور سعی کا اعادہ کرے، اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا سوائے اس کے کہ اس نے گناہ کا کام کیا جس کے لئے وہ توبہ کرے اور اگر وطن لوٹ آتا ہے تو اس پر دم لازم ہوگا، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

من طاف لعمرته و سعى على غير وضوء فما دام بمكة يعيدهما فإذا أعادهما لا شئ عليه فإن رجع إلى أهله قبل أن يعيد فعليه دم لترك الطهارة فيه و لا يؤمر بالعود لوقوع التحلل بأداء الركن و ليس عليه في السعي شئ، و كذا إذا أعاد الطواف و لم يعد السعي في الصحيح كذا في "الهداية" (۵۷)

یعنی، جس نے عمرہ کا طواف اور سعی بغیر وضو کے کیا پس جب تک مکہ میں ہے ان دونوں کا اعادہ کرے گا، جب ان دونوں کا اعادہ کرلیا تو اس پر کوئی چیز نہیں ہے اور اگر ان کا اعادہ کرنے سے پہلے اپنے اہل کی طرف لوٹ گیا تو ان میں پاکی کے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر دم ہے اور اسے لوٹنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ رُکن کی ادائیگی سے احرامِ عمرہ سے تحلُّل واقع ہوگیا اور اس پر سعی میں کوئی شے نہیں ہے اور اسی طرح صحیح قول کے مطابق (اس پر کچھ لازم نہیں) جب اس نے طواف کا اعادہ کیا اور اور سعی کا اعادہ نہ کیا، اسی طرح "ھدایہ" میں ہے۔(۵۸)

اس صورت میں فقہاء کرام نے طوافِ عمرہ کے اعادہ کا حکم دیا ہے اور عدمِ اعادہ کی صورت میں دَم۔ اس سے ظاہر ہے کہ بے وضو کیا ہوا طواف تو ہوگیا مگر ناقص ہوا، اس لئے جبر

۵۷۔ الفتاویٰ الهندية، المجلد (۱)، كتاب الحج، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الخامس في الطواف و السعي الخ، ص ۲۴۷

۵۸۔ الهداية، المجلد (۱۔۲)، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل: و من طاف

نقصان کے لئے اعادہ اور اعادہ نہ کر سکنے کی صورت میں دَم کا حکم دیا، یہ اس طرح ہے کہ جیسے نماز میں کسی واجب کا ترک کہ ترکِ واجب سے نماز ہو تو گئی مگر ناقص ہوئی اور جبرِ نقصان کے لئے سجدہ سہو لازم ہوا اور سجدہ سہو نہ کرنے کی صورت میں اعادہ لازم ہوا۔ یہاں بھی اس کا پہلا طواف ادا ہو گیا تھا اگرچہ ناقص ہی ہوا، اس لئے سعی کہ جس کے لئے شرط ہے کہ وہ طواف کے بعد پائی جائے وہ طواف (اگرچہ ناقص طواف) کے بعد پائی گئی لہٰذا اس کا اعادہ لازم نہ ہوا، یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے کسی شخص نے نمازِ عشاء پڑھی اور اس سے کسی واجب کا ترک ہو گیا اور اس نے وتر بھی پڑھ لئے بعد کو معلوم ہوا کہ مجھ پر فرض عشاء کا اعادہ واجب ہے تو اُس پر صرف فرض کا اعادہ لازم آتا ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٢ جمادی الأولی ١٤٢٨ھ، ١٩ مایو ٢٠٠٧ م (F-375)

حج اور اس کی اقسام

آفاقی اَشْہُرِ حج میں عمرہ کرنے کے بعد میقات سے باہر جا کر اُسی سال حج کرے تو کونسا حج ہو گا؟

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی آفاقی نے عمرہ اَشْہُرِ حج میں کر لیا اب وہ مدینہ طیبہ چلا گیا پھر اسی سال اس نے حج کیا، تو جو حج اس نے کیا وہ حجِ تمتع ہو گیا یا حجِ افراد ہو گا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ایسے شخص کا حج، حجِ تمتع درست ہو گا۔ کیونکہ تمتع کہتے ہیں عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کرنے کو بشرطیکہ عمرہ کا وقوع اَشْہُرِ حج میں ہو اور دونوں عبادات حقیقۃً یا حکماً ایک ہی سفر میں پائی جائیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

> واما تمتع پس عبارت ست از اتیان بحج بعد فراغ از عمرہ و بشرط وقوع ہر دو عبادات در اَشْہُرِ حج و در سفر واحد حقیقۃً یا حکماً (۵۹)

> یعنی، مگر تمتع پس وہ عبارت ہے حج ادا کرنے کے بعد از فراغِ عمرہ اور اس شرط کے ساتھ کہ دو عبادتوں میں سے ہر ایک کا وقوع اَشْہُرِ حج میں اور حقیقۃً یا حکماً ایک سفر میں ہو۔

اور مذکورہ شخص نے بھی عمرہ اَشْہُرِ حج میں کیا پھر حج کا احرام باندھا اور اس نے دونوں عبادتیں ایک ہی سفر میں ادا کیں اور اس نے عمرہ و حج کے مابین اپنے اہل کی طرف رجوع صحیح نہ کیا اگرچہ یہ مدینہ طیبہ عمرہ کا احرام کھولنے کے بعد گیا مگر وہاں اس کا اہل نہ تھا اس لئے اس کا

۵۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب أول در بیان إحرام، فصل سیوم در بیان أنواع إحرام، ص ٦٥

سفر باقی رہا۔ فقہاء کرام نے ایسی صورت کے لئے لکھا ہے کہ کوفہ کا رہنے والا اَشْہُرِ حج میں عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دے پھر وہ بصرہ وغیرہ چلا جائے حج کے دنوں میں وہاں سے حج کا احرام باندھ کر آئے تو متمتع ہوگا۔ چنانچہ علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

ولو اعتمر كوفى فيها و أقام بمكة أو بصرة و حجّ صحّ تمتعه (٦٠)

یعنی، اگر کوفی نے اشہُرِ حج میں عمرہ کیا اور ٹھہر گیا مکہ یا بصرہ میں اور حج کر لیا تو اس کا تمتع صحیح ہوگیا۔

اور علامہ مظفر الدین احمد بن علی ابن الساعاتی حنفی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و لو اعتمر كوفى و حلّ و خرج إلى البصرة و عاد فحجّ من عامه فهو متمتع (٦١)

یعنی، اگر کوفہ کے رہنے والے نے عمرہ کیا اور اعمال عمرہ سے فارغ ہو کر اس نے احرام کھول دیا اور وہ بصرہ چلا گیا اور مکہ لوٹا پھر اسی سال اس نے حج کیا تو وہ متمتع ہے۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

كوفى أى آفاقى حلّ من عمرته فيها أى الأشهر و سكن بمكة أى داخل الموقيت

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله أى دخل الميقات أشار إلى أن ذكر مكة غير قيد بل المراد هى و ما فى حكمها

علامہ حصکفی اور لکھتے ہیں:

أو بصرة أى غير بلده و حج من عامه متمتع لبقاء سفره

٦٠۔ كنز الدقائق، كتاب الحج، باب التمتع

٦١۔ مجمع البحرين و ملتقى النيّرين، كتاب الحج، فصل فى التمتع، ص ٢٣٩

اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

قولہ أی فی غیر بلدہ، أفاد أن المراد مکان لا أھل لہ فیہ سواء اتخذ دارًا بأن نوی الإقامة فیه خمسة عشر یوماً أو لا کما فی "البدائع" و غیرھا (٦٢)

یعنی، آفاقی نے اَشْہُرِ حج میں عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیا اور مکہ میں یعنی میقات کے اندر ٹھہرا (اس کے تحت علامہ شامی نے لکھا) مصنّف کا قول "داخل المیقات" یہ اس طرف اشارہ ہے کہ مکہ قید کے طور پر ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اس سے مراد مکہ ہے اور وہ جو مکہ کے حکم میں ہے۔ (صاحبِ دُر لکھتے ہیں) یا بصرہ میں یعنی اپنے شہر کے علاوہ کسی شہر میں ٹھہرا (اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں) اس سے مستفاد یہ ہے کہ کسی ایسے مکان میں ٹھہرا جہاں اس کے اہل وعیال نہ ہوں، چاہے اسے گھر بنایا، اس طرح کہ وہاں پندرہ دن رہنے کی نیت کی یا نہ کی (صاحبِ دُر لکھتے ہیں) اور اس نے اسی سال حج کیا تو وہ متمتع ہے اس کا سفر باقی رہنے کی وجہ سے۔

اور علامہ محمد طاہر سنبل مکی حنفی لکھتے ہیں:

وھو صریح فی أن من وصل من المدینة مثلاً و أحرم بعمرة فی أشھر الحج و حلّ منھا ثم طلع إلی الطائف لزیارة الحبر رضی اللہ عنہ، أو للتنزہ ثم أحرم بحج منہ أنہ لا شی علیہ سوی دم التمتع ثم رأیت عبارة "غایة البیان" صریحة فی ذلك و ھذا معنی قول الکنز و لو اعتمر کوفی فیھا و أقام بمکة أو بصرة و حجّ صح تمتعه و تمامه فی شروحه (٦٣)

٦٢۔ الدر المختار و رد المحتار، المجلد (٢)، کتاب الحج، باب التمتع، ص ٥٤١۔٥٤٢

٦٣۔ فتاویٰ العلامة محمد طاھر سنبل المکی علی ھامش قرة العین بفتاویٰ علماء الحرمین، کتاب الحجّ، ص ٣٢

یعنی، یہ اس میں صریح ہے کہ مثلاً کوئی شخص مدینہ منورہ سے (مکہ) پہنچا اور اَشہُرِ حج میں عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیا پھر بڑے عالم کی زیارت یا باغ اور سبزہ کی سیر (یا خوشی میں شرکت) کے لئے طائف گیا پھر وہاں سے اس نے حج کا احرام باندھا تو اس پر کچھ نہیں سوائے دمِ تمتع کے۔ پھر میں نے اس میں ''غایۃ البیان'' کی صریح عبارت دیکھی۔ اور یہ ''کنز الدقائق'' کے اس قول کے معنی ہیں، ''اگر اَشہُرِ حج میں عمرہ کیا اور مکہ یا بصرہ میں ٹھہرا اور (اسی سال) حج کیا تو دونوں کا تمتع صحیح ہوا'' اور اس کا تمام ''کنز'' کی شروح میں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ شوال المکرم ۱۴۲۷ ھ، ۲۲ نوفمبر ۲۰۰۶ م (F-219)

آفاقی کا عمرہ کے بعد مدینہ طیبہ سے قران کی نیت کرنا

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ علماء کرام سے جب یہ پوچھا گیا کہ ایک حاجی جو فرض حج ادا کر چکا ہے کراچی سے ایام مناسکِ حج سے کئی روز پہلے آیا اور اس نے عمرہ کا احرام کراچی سے باندھا اور یہاں آکر عمرہ ادا کر کے احرام عمرہ کھول دیا پھر اگر وہ میقات سے باہر مثلاً مدینہ منورہ جاتا ہے اور وہاں سے حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ کر آجائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس طرح کرے اور اس کا حج حجِ قران ہو جائے گا یا نہیں تو بعض نے فرمایا کہ اس کا حج حجِ قران ہوگا اور بعض دیگر نے فرمایا کہ قِران درست نہ ہوگا کیونکہ اس کا حج حجِ تمتع ہے

(السائل: محمد یٰسین، حال مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں پہلا قول درست ہے کہ اُسے میقات سے باہر جانے کی صورت میں وہاں عمرہ وحج کا ایک ساتھ احرام باندھ کر

آنا جائز ہے اور اس صورت میں اس کا قِران بھی درست ہوگا۔ کیونکہ جب وہ اَشْہُرِ حج میں کراچی سے صرف عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آیا تھا اور وہ مکہ مکرمہ آکر عمرہ ادا کر کے احرام سے فارغ ہو گیا تو اس پر لازم نہیں ہوا کہ وہ اسی سال حج بھی کرے کیونکہ وہ اپنے ساتھ جانور نہیں لایا کہ اس پر حج تک احرام میں رہنا لازم ہو چنانچہ صدرالشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

> تمتع کی صورتیں ہیں ایک یہ کہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لایا، دوسری یہ کہ نہ لائے جو جانور نہ لایا وہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے مکہ مکرمہ میں آکر طواف و سعی کرے اور سر مونڈوائے اب عمرہ سے فارغ ہو گیا اور طواف شروع کرتے ہی یعنی سنگِ اسود کو بوسہ دیتے وقت لبیک ختم کردے اب مکہ میں بغیر احرام کے رہے۔

اور جانور لانے والے کے لئے لکھتے ہیں:

> اب مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ سے فارغ ہو کر بھی مُحرِم رہے جب تک قربانی نہ کرے، اُسے سر مونڈوانا جائز نہیں جب تک قربانی نہ کرلے ورنہ دم لازم آئے گا پھر وہ تمام افعال کرے جو اس کے لئے بتائے گئے کہ جانور نہ لایا تھا، اور دسویں تاریخ کو رمی کر کے سر مونڈوائے، اب دونوں احرام سے ایک ساتھ فارغ ہو گیا۔

اور لکھتے ہیں:

> جو جانور لایا وہ بہرحال قارن کی مثل ہے۔(۶۴)

لہٰذا ثابت ہوا کہ جانور نہ لانے کی صورت میں اس کے لئے حج کرنا لازم نہ ہوا، اسی لئے مذکور آفاقی اگر اَشْہُرِ حج میں عمرہ کرنے کے بعد وطن لوٹ جائے تو اُسے یہ بھی روا ہے، اور اس آفاقی کا حج حجِ تمتع تب ہوگا جب وہ اَشْہُرِ حج میں عمرہ کرنے کے بعد بلا تحلّل المام صحیح اسی سال حج کرے گا اور یہ صحتِ تمتع کی شرط ہے یعنی تمتع کے صحیح ہونے کی شرط ہے اگر یہ شرط پائی گئی تو تمتع صحیح ہوگا ورنہ نہیں جیسا کہ "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" (ص ۶۸) میں ہے اور اس

۶۴۔ بہارشریعت، جلد (۱)، حصہ (۶) تمتع کا بیان، تمتع کے شرائط، ص ۹۶، ۹۷

کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اگر المام صحیح نہ پایا گیا تو اسے تمتع لازم ہو گیا اس کا مطلب تو یہ ہے کہ المام صحیح نہ پانے کی صورت میں اس کا تمتع صحیح ہو جائے گا تبھی تو قرآن کریم میں یہ ارشاد ہوا:

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ (٦٥)

ترجمہ: جس نے عمرہ سے حج کی طرف تمتع کیا اس پر قربانی ہے۔

اور فرمایا کہ

﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (٦٦)

ترجمہ: یہ اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو۔

اور جب تک وہ عمرہ کے بعد حج کا احرام نہیں باندھتا تو اس کا تمتع نہ ہوا، کیا معلوم کہ وہ عمرہ کے بعد اس سال حج ہی نہ کرے یا عمرہ کے بعد المام صحیح کرے اور المام صحیح کے معنی ہیں کہ عمرہ کے بعد احرام کھول کر اپنے وطن واپس جائے اور وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ رہتا ہے پیدائش کا مقام اگرچہ دوسری جگہ ہو۔ (٦٧)

پھر اُسی سال صرف حج کا احرام باندھ کر آئے اور حج کرے تو اس کا حج حجِ افراد ہوگا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

لہٰذا اگر وہ عمرہ کرنے کے بعد وطن گیا پھر واپس آ کر حج کیا تو تمتع نہ ہوا۔ (٦٨)

لہٰذا اس کا تمتع تب ہوگا جب وہ میقاتی عمرہ کے بعد اس سال حج کا بھی احرام باندھے چنانچہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

تمتع اُسے کہتے ہیں کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرے پھر اسی سال حج کا احرام باندھے۔ (٦٩)

لہٰذا ثابت ہو گیا کہ جب اس کے حج کا تمتع ہونا متعین نہیں ہوا، تو اُسے جائز ہے کہ وہ عمرہ کے بعد حجِ قِران کرے اور اگر یہ کہا جائے کہ جب وہ شخص کراچی سے عمرہ کا احرام باندھ کر آیا

٦٥۔ البقرہ: ۲/۱۹۶ ٦٦۔ البقرہ: ۲/۱۹۶

٦٧۔ بہار شریعت: ۱/۶/۹۶ ٦٨۔ بہار شریعت: ۱/۶/۹۶

٦٩۔ بہار شریعت: ۱/۶/۹۵

تھا اور اس کا اسی سال حج کا بھی ارادہ تھا لہٰذا اسی سال اگر وہ حج کرتا تو بہر صورت اس کا حج حجِ تمتع ہی ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا یہ ارادہ معتبر نہیں اور اِس ارادے کی وجہ سے اُس پر اس سال حج کرنا لازم نہیں ہوا اگر یہ ارادہ معتبر ہوتا تو اُس پر اِسی سال حج لازم ہو جاتا حالانکہ ایسا نہیں ہے، اور پھر اس کا اس سال حج ضروری نہیں کہ تمتع ہی واقع ہو کیونکہ اگر اس سے اَشْہُرِ حج میں عمرہ سے فراغت کے بعد حج کے مابین المام صحیح پایا جاتا ہے تو اس کا حج حجِ افراد ہوتا، اگر صرف اس کے ارادے سے اس سال حج لازم ہو جاتا تو اُسے صرف عمرہ کر کے جانا اور اس سال حج ترک کرنا جائز نہ ہوتا اور اگر اس کے اس ارادے سے تمتع متعین ہو جاتا تو اس کے لئے اس سال حجِ افراد جائز نہ ہوتا اور حجِ افراد کر کے تمتع کو توڑنے کی صورت میں اس پر کچھ لازم آتا حالانکہ ایسا بالکل نہیں ہے اور جس نے اَشْہُرِ حج میں صرف عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ ادا کیا اب وہ اسی سال کسی بھی صورت میں قران نہیں کر سکتا، یہ کہیں بھی نہیں لکھا ہوا۔

اور پھر کچھ لوگ اس میں المام کی بحث کرتے ہیں اُن کے لئے عرض یہ ہے کہ المام کی دو قسمیں ہیں ایک المام صحیح جیسے متمتع اَشْہُرِ حج میں عمرہ ادا کر کے اپنے اہل کو لوٹے تو اس کا یہ المام صحیح ہے اب اگر وہ اسی سال صرف حج کا احرام باندھ کر آتا ہے اور حج کرتا ہے تو اس کا حج تمتع نہیں ہوگا۔ اور دوسرا ہے المام فاسد جیسے قارن وہ اگر اَشْہُرِ حج میں عمرہ کر کے اپنے اہل کو لوٹ جائے اور اسی سال آ کر حج بھی کرے تو اس کا یہ المام فاسد ہے جو قران کو باطل نہیں کرتا اسی لئے فقہاء کرام نے تصریح کی کہ صحتِ قِران کے لے عدم المام شرط نہیں ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی کے ''لباب'' میں یہی کلمات ہیں اور ملا علی قاری حنفی مصنّفِ لُباب کی مناسک پر دوسری کتاب سے نقل کرتے ہیں:

اعلم أن إلمام الصحيح المبطل للحكم لا يتصوّر فی حق القارن

یعنی، جاننا چاہئے کہ المام صحیح جو حکم کو باطل کرنے والا ہے وہ قارن کے حق میں متصوّر نہیں ہے۔

اور لکھتے ہیں:

و اعتبر إلمام القارن لما صحّ قران المکی الخارج إلی الآفاق (۷۰)

یعنی، اگر قارن کے اِلمام کا اعتبار کیا جاتا تو آفاق کو جانے والے مکی کا قِران درست نہ ہوتا (حالانکہ ایسے مکی کا قِران درست ہے)۔

لہٰذا قِران کے بارے میں اُن کا المام کی بحث کرنا بے فائدہ ہے۔

احقر نے حج کے لئے آنے سے قبل برادرم مولانا محمد عرفان صاحب ضیائی کی طرف سے دیئے گئے مسائلِ حج کے جوابات تحریر کرنے میں فقہ حنفی کی جو کُتُب میسر آسکیں سب کے کتاب الحج اور بالخصوص مناسکِ حج پر لکھی ہوئی کُتُب کی ورق گردانی کی اور مجھے مذکورہ صورت میں قِران کے عدم جواز کا کوئی قول نظر نہیں آیا اگر کسی کی نظر میں ایسا کوئی قول ہو تو پیش کرے فقیر بسر وچشم قبول کرنے اور اپنے اس فتویٰ سے رجوع کے لے ہمہ وقت تیار ہے کیونکہ و الحق أحق أن یتبع۔ کُتُبِ مناسک میں صورت مذکورہ میں حجِ قران کے جواز کا قول مذکور ہے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی "لباب المناسك" اوراس کی شرح میں ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

(السادس أن یکون آفاقیاً و لو حکماً فلا قران للمکّی) أی الحقیقی (إلا إذا خرج إلی الآفاق قبل أشهر الحج، قیل: و لو فیها فیصح منه القران لصیرورته آفاقیاً حکماً) أی کما أنه لا یجوز القران للآفاقی إذا دخل مکة وصار من أهلها حکماً هذا، و فیه أن اشتراط الآفاق إنما هو للقران المسنون لا لصحة عقد الحجّ و العمرة (۷۱)

یعنی، چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ قارن آفاقی ہو، اگرچہ حکماً (آفاقی ہو) پس مکی یعنی حقیقی (مکی) کے لئے قران نہیں مگر جب وہ (مکی حقیقی) حج کے مہینوں سے قبل آفاق کی جانب (یعنی میقات سے باہر) نکلا (اور عمرہ و

۷۰۔ المسلك المتقسّط إلی المنسك المتوسّط، ص۲۸۷

حج کا احرام باندھ کر آیا تو اس کا قِران صحیح ہے)، کہا گیا کہ اگرچہ (مکی حقیقی) حج کے مہینوں میں نکلا تو اس کا قِران صحیح ہے، اس لئے کہ وہ حکماً آفاقی ہوگیا یعنی جیسا کہ قِران آفاقی کے لئے جائز نہیں جب وہ مکہ میں داخل ہوگیا (اور میقات سے باہر نہ گیا)۔ اور اس میں آفاق کی شرط قِران مسنون کے لئے ہے نہ عقد حج وعمرہ کی صحت کے لئے۔

مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے قِران مسنون کے لئے آفاقی ہونا شرط ہے پھر آفاقی چاہے حقیقی ہو یا حکمی اور مکی، اگر اَشْہُرِ حج سے قبل میقات سے باہر چلا جائے وہاں سے عمرہ، حج کا احرام باندھ کر آجائے تو اس کا قِران بھی درست ہوجاتا ہے اور اگر مکی حقیقی اَشْہُرِ حج میں نکلا اور قِران کا احرام باندھ کر آیا تو ایک قول کے مطابق وہ بھی قارن ہوجائے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی اسی باب کی دوسری فصل (أی فیما لا یشترط فیه) میں لکھتے ہیں:

فیصح من مکی خرج إلی الآفاق

یعنی، جو مکی آفاق کو نکلا اس سے قِران صحیح ہے۔

اور اس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی یصح القران من مکی خرج إلی الآفاق، ثم رجع إلی مکة فقرن و طاف لعمرته فی الأشْهُرِ ثم حج من عامه، فإنه مع کونه ألم بأهله صحّ قرانه لکونه محرماً (۷۲)

یعنی، مکی آفاق کو نکلا پھر مکہ کو لوٹا اور اس نے قِران کیا (یعنی آفاق سے عمرہ وحج کا ایک ساتھ احرام باندھا) اور اَشْہُرِ حج میں عمرہ کا طواف کیا پھر اسی سال (اسی احرام سے) حج کیا، پس اس کے لئے اپنے اہل کے ساتھ ملنے کے باوجود مُحرِم ہونے کی وجہ اس کا قِران درست ہوا۔

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ علامہ علاؤ الدین حصکفی اور علامہ شامی کی عبارت قولہ: "هو أفضل أی: من التمتع و کذا من الإفراد" (یعنی قِران تمتع سے افضل ہے

اسی طرح حج افراد سے) کے تحت لکھتے ہیں:

أقول و بالله التوفيق: المحرم إمّا يأتى فى عام واحد بنسك واحد أو بنسكين، على الأول منفرد بالحج إن حج و بالعمرة إن اعتمر على الثانى إمّا أن يحرم بهما معاً أو بكل على حدة على الأول قارن مطلقاً على ما فى المحيط (أى فى المحيط البرهانى) و استظهره القارى فى "شرح اللباب" و بشرط أن يقع أكثر طواف العمرة فى أشهر الحج على ما فى "اللباب" و قال المحقّق على الإطلاق (إنه الحق)، و على الثانى إمّا أن يقدم إحرام العمرة أو الحج، فى الوجه الأول إن أحرم بالحج قبل أن يطوف للعمرة أربعة أشواط، فقارن مطلقاً الخ (٧٣)

یعنی، میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ مُحرِم ایک سال میں ایک نُسک (یعنی حج یا عمرہ) کے ساتھ آئے گا یا دو نُسک (یعنی حج و عمرہ) کے ساتھ، پہلی صورت پر اگر حج کرے گا تو منفرد بالحج اور اگر عمرہ کرے تو منفرد بالعمرہ کہلائے گا، دوسری صورت میں وہ اُن دونوں (حج و عمرہ) کا احرام ایک ساتھ باندھے گا یا علیحدہ علیحدہ، پہلی صورت میں مطلق قارن کہلائے گا جیسا کہ محیط (یعنی محیط البرہانی) میں ہے اور ملا علی قاری نے "شرح اللباب" میں اس کو ظاہر فرمایا ہے اور "لباب" میں اس شرط کے ساتھ (قارن قرار پائے گا) کہ عمرہ کے طواف کا اکثری حصہ حج کے مہینوں میں ہونا چاہئے اور محقق علی الاطلاق (علامہ ابن ہمام) "مطلق" کے قائل ہیں اور بے شک یہی حق ہے، اور دوسری صورت میں یا تو وہ عمرہ کے احرام کو مقدم کرے گا یا حج کے احرام کو، پہلی صورت میں اگر اُس نے عمرہ کے طواف کے چار چکر سے پہلے اُس نے حج کا

احرام باندھا تو وہ مطلقاً قران قرار پائے گا۔ الخ

اس عبارت میں بھی قِران کے لئے مذکور ہے کہ قارن عمرہ وحج دونوں کے احرام کے ساتھ میقات سے آئے یا کسی ایک کے احرام سے آنے یعنی حج یا عمرہ کے احرام کے ساتھ آئے اگر عمرہ کے احرام کے ساتھ آیا اس کے چار چکر پورے کرنے سے قبل اس نے حج کی نیت کر لی تو بھی قارن ہو جائے گا اور صورت مسئولہ میں بھی حاجی جب میقات سے حج وعمرہ دونوں کے احرام سے آیا تو وہ مطلقاً قارن ہو گیا اور آفاقی کے حق میں قران کے لئے یہ شرط کہیں مذکور نہیں ہے کہ اس نے اَشْہُرِ حج میں اگر عمرہ کر لیا ہو گا تو اب وہ کسی صورت میں قارن نہیں ہو سکتا اگر چہ وہ میقات سے حج وعمرہ کا احرام باندھ کر آ جائے یا ایسے شخص کے لئے یہ شرط بھی کہیں مذکور نہیں کہ اُسے قِران کے لئے وطن واپس جانا ضروری ہے ورنہ قِران نہیں ہو گا، علاوہ ازیں حجِ قران کی تعریف اور اس کی شرائط پر غور کیا جائے تو کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صورت مذکورہ میں قران درست نہ ہو گا۔ جیسا کہ علامہ ابو الحسن احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ قِران کے بارے میں لکھتے ہیں:

و صفة القران أن يهل بالعمرة و الحج من الميقات معاً (٧٤)

یعنی، قِران کی تعریف یہ ہے کہ وہ میقات سے عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھے۔

اور بعض لوگ مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین متوفی ۱۴۱۳ھ کے حوالے سے زبانی بیان کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے کہ قِران کے لئے وطنِ اصلی سے احرام باندھنا ضروری ہے حالانکہ حضرت کے مجموعہ فتاویٰ ''وقار الفتاویٰ'' میں دو فتاویٰ خود اس قول کے خلاف ہیں جو اُن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے چنانچہ وہ دونوں فتاویٰ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ **الاستفتاء:** کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں جو حجاج کرام حج سے پہلے مکہ مکرمہ سے عمرہ کر کے مدینہ طیبہ چلے جاتے ہیں، جب وہ حج کے لئے مکّہ واپس ہوں گے تو کیا ان کے لئے دوبارہ عمرہ کرنا ضروری ہے کہ نہیں؟ اور اگر حج وعمرہ کا

٧٤۔ مختصر القدوری، کتاب الحج، باب القران

ایک ساتھ احرام باندھ لیں تو قارن کے حکم میں داخل ہو جائیں گے کہ نہیں؟

الجواب: ایسے لوگ مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتے، لہٰذا حج وعمرہ کا احرام باندھ لیں تو قارن ہو جائیں گے۔ (۷۵)

۲۔ **الاستفتاء:** کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرح متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید حجِ ''قِران'' کرنا چاہتا ہے مگر حکومتِ پاکستان نے اُسے حج سے پہلے مدینہ طیّبہ بھیج دیا، اب زید مدینہ طیّبہ سے حجِ قِران کا احرام باندھ سکتا ہے کہ نہیں؟ نیز حُدودِ حرم سے نکل کر حجِ قِران کا احرام باندھا جاسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب: صورتِ مسئولہ زید مدینہ منورہ سے حجِ قِران (جب عمرہ اور حج ایک ہی احرام سے کیا جائے تو اسے حجِ قِران کہتے ہیں) کا احرام باندھ سکتا ہے، میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے قِران جائز نہیں، اسی طرح میقات سے باہر والا جب حرم پہنچا اور عمرہ کرلیا اور میقات سے باہر نہ گیا تو قِران نہیں کرسکتا۔ (۷۶)

لہٰذا ان فتاویٰ کی روشنی میں حضرت کی طرف منسوب قول کا درست نہ ہونا روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

والله تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۳ذو الحجة ۱٤۲۷ھ، ۲۳دیسمبر ۲۰۰٦م (314-F)

کیا آفاقی حجِ افراد کرسکتا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا آفاقی حج افراد کرسکتا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: آفاقی حج افراد کرسکتا ہے، چنانچہ

۷۵۔ وقار الفتاویٰ، جلد (۲)، کتاب الحج، ص ۴۴۴۔۴۴۵

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

واما انواع مشروعہ از احرام چہار اند یکے از قران دویم تمتع، سیوم افراد بحج چہارم افراد بعمرہ، واین چہار نوع از احرام مشروع اند لیکن نوع اول و ثانی از انہا مشروع اند درحق آفاقی فقط ونوع ثالث ورابع مشروع اند درحق جمیع مردم از آفاقی ومکی ومیقاتی (۷۷)

یعنی، احرام کی مشروع صورتیں چار ہیں، ایک حجِ قران کے لئے، دوسرے حجِ تمتع کے لئے، تیسری حجِ افراد کے لئے، چوتھی افراد بعمرہ کے لئے، اور احرام کی یہ چار صورتیں مشروع ہیں لیکن پہلی اور دوسری صورت (یعنی قران وتمتع کے لئے احرام) فقط آفاقی کے حق میں مشروع ہے اور احرام کی تیسری اور چوتھی صورت سب لوگوں کے لئے مشروع ہے چاہے وہ آفاقی ہو یا مکی یا میقاتی۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ، ۲۲ دیسمبر ۲۰۰۶م (313-F)

فقیر آفاقی اگر حج کرلے تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ فقیر آفاقی اگر حج کرلے اس طرح کہ کوئی اسے لے جائے یا اس کے اخراجات اس کے ہاتھ دیئے بغیر ادا کردے اور وہ فقیر اس طرح حج کرلے تو اس کا حج فرض ہوگا یا نفل اور مالدار ہونے کے بعد اس پر فرض کی ادائیگی لازم ہوگی یا فقط اُس حج کی ادائیگی سے فرض اس کے ذمے سے ساقط ہوگیا؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقیر آفاقی (یعنی جو حدودِ میقات سے باہر کا رہنے والا ہو) جب فرض کی نیت سے یا مطلق نیت کے ساتھ حج کرے گا تو اس کا

فرض ادا ہو جائے گا، مالدار ہونے کے بعد اس پر حج لازم نہ ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ الآية (۷۸)

ترجمہ: ''اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے''۔ (کنز الایمان)

اور استطاعت وجوب کی شرط ہے نہ کی شرطِ جواز اور حج کے فرض سے واقع ہونے کی شرط، جو فقیر کے حق میں کہا جا سکے کہ اس کا حج ادا نہیں ہوا، لہٰذا فقیر اگر حج کر لے تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔

فقہاء کرام نے سواری اور توشہ پر قُدرت کے بارے میں تصریح کی ہے کہ یہ وُجوب کی شرطیں ہیں، چنانچہ علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان المدعو شیخی زادہ حنفی متوفی ۱۰۷۸ لکھتے ہیں:

وهما من شروط الوجوب عند الفقهاء (۷۹) .

یعنی، وہ دونوں فقہاء کے نزدیک وجوب کی شروط سے ہیں۔

اور ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

السادس: الاستطاعة وهی شرط الوجوب لاشرط الجواز، و الوقوع عن الفرض، حتی لو تكلّف الفقير و حجّ و نوى حجّ الفرض أو أطلق جاز له، و سقط عنه فرضه (۸۰)

یعنی، چھٹی شرط استطاعت ہے اور یہ وجوب کی شرط ہے، جواز اور حج کے فرض واقع ہونے کی شرط نہیں ہے، حتی کہ اگر فقیر تکلّف کرے اور حج کر لے اور فرض حج کی نیت کر لے یا مطلق نیت کر لے تو اسے جائز ہے اور اس کا فرض اس سے ساقط ہو جائے گا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

۷۸۔ ال عمران :۹۷/۳

۷۹۔ مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، المجلد (۱) كتاب الحجّ، ص ۳۸۵

۸۰۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب شرائط الحجّ، ص ٤٤

شرط پنجم استطاعت ست : وآن شرط وجوب ست نہ شرطِ صحتِ اداء، نہ شرطِ وقوع از فرض تا آنکہ اگر تکلّف کرد فقیرے وحج کرد در حال فقرو نیت کرد مرحج فرض را یا آنکہ نیت کرد مطلق حج را جائز گردد حج او وساقط گردد از وے فرض (۸۱)

یعنی، پانچویں شرط استطاعت ہے: اور یہ وجوب کی شرط ہے، صحتِ اداء کی شرط نہیں اور نہ ہی حج کے فرض سے واقع ہونے کی شرط ہے، یہاں تک کہ کوئی فقیر اگر تکلّف کر لے اور حالتِ فقر میں حج کر لے اور حج میں خاص فرض کی نیت کرے یا مطلق حج کی نیت کرے تو اس کا حج جائز ہو جائے گا اور اس سے فرض ساقط ہو جائے گا۔

اور فقہاءِ احناف میں سے کسی نے اس کا خلاف نہیں کیا، یعنی کسی نے استطاعت کو صحتِ اداء کی شرط قرار نہیں دیا اور نہ ہی کسی نے یہ کہا کہ یہ حج کے فرض سے واقع ہونے کی شرط ہے چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں، اور ان سے فقیہ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان شیخی زادہ متوفی ۱۰۷۸ھ نقل کرتے ہیں:

واعلم أن القدرة على الزاد و الراحلة شرط الوجوب لا نعلم عن أحدٍ خلافه (۸۲)

یعنی، جان لے کہ توشہ اور سواری پر قدرت حج کے وجوب کی شرط ہے (فقہاء کرام میں سے) ہم کسی سے اس کا خلاف نہیں جانتے۔

اور یہ اہلیت کی شرط نہیں ہے چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام لکھتے ہیں:

بخلاف اشتراط الزاد و الراحلة فی حق الفقیر فإنه للتیسیر لا الأهلیة فوجب علی فقراء مكة (۸۳)

۸۱۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب ، مقدمة الرسالة، فصل اول، شرائط حج، ص ۲۵

۸۲۔ فتح القدیر، المجلد (۲)، كتاب الحجّ، تحت قوله : ثم قیل هو شرط الخ، ص ۳۲۹

۸۳۔ فتح القدیر، المجلد (۲)، كتاب الحجّ ، تحت قوله: لقوله علیه الصلاة و السلام : أيّما عَبْدٍ، ص ۳۲۵

یعنی، بخلاف فقیر کے حق میں توشہ وسواری کی شرط کرنے کے پس تحقیق وہ شرط آسانی کے واسطے ہے نہ کہ اہلیت کے واسطے تو فقراء مکہ پر حج واجب ہے۔

جیسے فقیر اگر پیدل چل کر مکہ مکرمہ پہنچے اور حج کرلے تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا اور مالدار ہونے کے بعد اس پر حج لازم نہیں ہوگا چنانچہ قاضی القضاۃ امام فخر الملۃ والدین حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ (۸۴) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ نقل کرتے ہیں: (۸۵)

و الفقير إذا حجّ ماشياً ثم أيسر فلا حجّ عليه

یعنی، فقیر نے جب پیدل حج کیا پھر وہ غنی (مالدار) ہوا تو اس پر (دوبارہ) حج کرنا لازم نہیں۔

اور امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام لکھتے ہیں:

قالوا: لو تحمل العاجز عنهما فحجّ ماشياً يسقط عنه الفرض، حتى لو استغنى لا يجب عليه أن يحجّ (۸۶)

یعنی، فقہاء کرام نے فرمایا کہ سواری اور توشہ سے عاجز شخص جب (مشقت) برداشت کرلے اور پیدل حج کرلے تو اس سے حج کا فرض ساقط ہو جائے گا، یہاں تک کہ اگر وہ مالدار ہوا تو اس پر (دوبارہ) حج کرنا واجب نہ ہوگا۔

جب پیدل حج کرلینے والے فقیر آفاقی کا فرض ادا ہو جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ شخص جسے دوسرا اپنے خرچ پر لے گیا اور وہ بغیر اپنا کچھ خرچ کئے وہاں پہنچ گیا اور اس نے فرض کی نیت سے یا مطلق نیت سے حج کرلیا تو اس کا فرض ادا ہو گیا۔

۸۴۔ فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ الهندية، المجلد (۱)، كتاب الحج، ص ۲۸۱، ۲۸۲

۸۵۔ الفتاویٰ الهندية، المجلد (۱)، كتاب المناسك، الباب الأول، ص ۲۱۷

۸۶۔ فتح القدير، المجلد (۲)، كتاب الحجّ، تحت قوله: ثم قيل هو، ص ۳۲۹

اور معذور افراد پر حج فرض نہیں اگر چہ مالدار ہوں، یہی ظاہر الروایۃ ہے، چنانچہ امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و أما فی ظاهر الرواية عنه أنه لا يجب الحجّ على الزمن و المفلوج، والمقعد و مقطوع الرجلين و إن ملكوا الزاد و الراحلة، وهو رواية عنهما، حتى لا يجب الاحجاج عليهم بمالهم (۸۷)

یعنی، مگر امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ظاہر روایت میں ہے کہ لُولے، لنگڑے، مفلوج پر اور وہ جس کے دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں اس پر حج فرض نہیں، اگر چہ یہ لوگ توشہ اور سواری کے مالک ہوں اور یہی صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے حتی کہ اُن پر اپنے مال سے حج کروانا لازم نہیں۔

اور اگر یہ لوگ فرض کی ادائیگی کی نیت سے حج کرلیں اور بعد میں اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمادے تو ان پر (دوبارہ) حج کی ادائیگی لازم نہیں، چنانچہ صاحبِ ہدایہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

من سقط عنه، فرض الحجّ لزمانه أو مرضه أو لكونه مقعدًا أو مفلوجاً فحجّ على تلك الحالة، يقع عن حجّة الإسلام إذا كان حرّاً عاقلاً بالغًا، فإنه كالفقير إذا حجّ، ثم استغنى (۸۸)

یعنی، جس شخص پر سے فرض حج ساقط ہوگیا اس کے لُولے ہونے کی وجہ سے یا اس کے مرض کی وجہ سے یا اس کے لنگڑے ہونے کی وجہ سے یا اس کے فالج زدہ ہونے کی وجہ سے، اور اس نے اپنی اسی حالت میں حج کرلیا تو اس کا اس حال میں حج کرنا حجِ اسلام واقع ہوجائے گا جب کہ

۸۷۔ الکفایة شرح الهداية مع فتح القدير، المجلد (۲)، كتاب الحجّ، تحت قوله: و أما المقعد، ص۳۲۶

۸۸۔ كتاب التجنيس و المزيد، المجلد (۲)، كتاب الحجّ، مسئلة (۱۲۹۴)، ص ٤٦١

وہ آزاد، عاقل، بالغ ہو۔ پس وہ فقیر کی مثل ہے جب اس نے (اپنے حالِ فقر میں) حج کیا پھر مالدار ہوا۔

اور امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام لکھتے ہیں:

و من الفروع: أنه لو تكلّف هؤلاءِ الحجّ بأنفسهم سقط عنهم، و معنى هذا أنهم لو صحّوا بعد ذالك لا يجب عليهم الأداء، لأن سقوط الوجوب عنهم لدفع الحرج فإذا تحملوه وقع عن حجّة الإسلام كالفقير إذا حجّ هذا (٨٩)

یعنی، فروعات میں سے ہے کہ اگر یہ (یعنی معذور) لوگ خود حج کا تکلّف کرلیں تو (فرض) ان سے ساقط ہو جائے گا، اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے بعد اگر وہ صحیح ہو گئے تو ان پر حج کی ادائیگی واجب نہیں، کیونکہ ان سے وجوب کا سقوط دفعِ حرج کے لئے تھا، پس جب انہوں نے اس حرج کو برداشت کرلیا تو ان کا حج حجۃ الاسلام واقع ہو گیا، جیسے فقیر جب یہ حج کرلے (تو اس سے فرض ساقط ہو جاتا ہے، مالدار ہونے کے بعد اسے حج لازم نہیں ہوتا)۔

لہٰذا جب بیماروں اور اپاہجوں کا حج فرض ادا ہو جاتا ہے تو اس فقیر کا حج بطریقِ اَولیٰ ادا ہو جائے گا جسے کوئی اپنے خرچے پر سفرِ حج پر لے گیا اور اس نے حج کرلیا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ صاحبِ بحر کی عبارت (قوله) كالفقير إذا حج کے تحت لکھتے ہیں:

أى فإنه يسقط عنه الفرض حتى لو استغنى لا يجب عليه أن يحجّ (٩٠)

یعنی، فقیر نے جب حج کیا تو اُس سے فرض ساقط ہو جائے گا، یہاں تک

٨٩۔ فتح القدير، المجلد (٢)، كتاب الحج، تحت قوله: و كذا صحة الجوارح، ص٣٢٧

٩٠۔ منحة الخالق على البحر الرائق، المجلد (٢)، كتاب الحج، ص٣١٢

کہ اگر وہ مالدار ہو گیا اس پر لازم نہ ہوگا کہ وہ (دوبارہ) حج کرے۔
اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ فقیر آفاقی جب مکہ مکرمہ پہنچ جائے تو وہ مثل مکی کے ہو جاتا ...اور اس کے حق میں ثبوتِ استطاعت کے لئے سواری کی شرط باقی نہیں رہتی، کیونکہ مکی کے ...میں سواری شرط نہیں، چنانچہ امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و ليس من شرط الوجوب على أهل مكة و من حولهم الراحلة، لأنه لا تلحقهم مشقّة زائدة فى الأداء، فأشبه السعى إلى الجمعة (۹۱)

یعنی، اہلِ مکہ اور اس کے اردگرد رہنے والوں پر سواری شرطِ وجوب سے نہیں، کیونکہ ان کو حج کی ادائیگی میں زائد مُشقّت لاحق نہیں ہوتی، پس (حج ان کے لئے) جمعہ کی طرف سعی کے مشابہ ہے۔

اور علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

و ليس من شرط الوجوب على أهل مكة، و من حولهم الراحلة لأنهم لا يلحقهم مشقّة، فأشبه السعى إلى الجمعة (۹۲)

یعنی، اہلِ مکہ اور اس کے اردگرد رہنے والوں پر سواری شرطِ وجوب میں سے نہیں، کیونکہ ان کو مُشقّت لاحق نہیں ہوتی، پس (حج ان کے لئے) جمعہ کی طرف سعی کے مشابہ ہو گیا۔

اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

أما المكّى فلا تشترط الراحلة فى حقّه، لأنه لا يلحقه المشقّة بالمشى فأشبهه السعى ألى الجمعة (۹۳)

یعنی، مگر مکی تو اس کے حق میں سواری شرط نہیں، کیونکہ چلنے سے اُسے

۹۱- الهداية، المجلد (۱_۲)، كتاب الحج، ص۱۴۶

۹۲- تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، ص۲۳۹

۹۳- النهر الفائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۲)، كتا الحج، تحت قوله: و قدره زاد و راحلة، ص۵۶

مُشقت لاحق نہیں ہوتی تو (اس کے لئے حج) جمعہ کی طرف سعی کرنے کے مشابہ ہے۔

اس لئے مکی پر سواری نہ ہونے کے باوجود حج فرض ہے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

فإن كان مكيّاً أو داخل الميقات فعليه الحجّ، و إن لم يقدر على الراحلة (٩٤)

یعنی، اگر مکی ہے یا میقات کے اندر رہنے والا تو اس پر حج لازم ہے اگرچہ وہ سواری پر قادر نہ ہو۔

لہذا اس طرح استطاعت اُس فقیر کے حق میں بھی متحقق ہوگئی جو مکہ معظّمہ پہنچ گیا اور اس پر حج فرض ہو گیا، اگر کوئی کہے کہ فقیر میں تو استطاعت نہ تھی تو اس کا حج فرض کیسے ادا ہو گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک وہ وہاں نہ گیا تھا تو وہ مستطیع نہ تھا اور اس پر حج بھی فرض نہ تھا جب وہاں پہنچ گیا تو وہ مستطیع ہوا اور اس پر حج فرض ہو گیا، جب اس نے حج کیا تو فرض ادا ہو گیا، فقہاء کرام نے اس مسئلہ کو مسافر کی نماز کے باب میں بھی ذکر کیا ہے چنانچہ اس باب میں بحث کا آغاز یوں ہے کہ امام شافعی نے مسافر کی نماز کے بارے میں فرمایا کہ اس کا فرض تو چار رکعت میں ہے روزے کا اعتبار کرتے ہوئے قصر رخصت ہے جب کہ احناف نے فرمایا مسافر کا فرض ہی دو رکعت ہے اور دلیل یہ ہے کہ شفع ثانی نہ قضاء کیا جاتا ہے اور نہ ہی مسافر نمازی اس کے ترک پر گنہگار ہوتا ہے اور یہی شفع ثانی کے نفل ہونے کی دلیل ہے برخلاف روزے کے کیونکہ سفر میں چھوڑا ہوا روزہ قضاء کیا جاتا ہے۔(٩٥)

تو اس پر دو اعتراض وارد ہوئے، دوسرا اعتراض یہ ہے، چنانچہ علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں:

و الثاني: أن الفقير لو لم يحجّ ليس عليه قضاء و لا إثم، و إذا

٩٤۔ فتح القدير، المجلد (٢)، كتاب الحج، تحت قوله: فاضلاً عن المسكن، ص ٣٢٢

٩٥۔ الهداية، المجلد (١-٢)، كتاب الصلاة، باب المسافر، ص ٨٧

حجّ کان فرضاً، فلم یکن ما ذکرتم آیة النافلة

یعنی، دوسرا یہ کہ فقیر اگر حج نہ کرے تو نہ اس پر قضاء ہے اور نہ گناہ، اور اگر حج کرلے تو اس کا حج فرض واقع ہو جاتا ہے، تو جو تم نے ذکر کیا وہ نفل ہونے کی دلیل نہ بنا۔

اور اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

و الثانی: بأنه لما أتی مکة صار مستطیعاً فیفترض علیه، و یأثم بترکه کالأغنیاء (۹۶)

یعنی، دوسرے کا جواب یہ کہ فقیر جب مکہ آیا تو مستطیع ہو گیا اور حج اس پر فرض ہو گیا اور وہ ترک کرنے سے مالداروں کی مثل گنہگار ہو گا۔

اور امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ اسی بحث میں لکھتے ہیں:

فإن قیل: یشکل علی هذا الفقیر الذی یحجّ حجّة الإسلام فإنها تقع فرضاً و مع ذلک أنه لو لم یأت بها لم یکن علیه قضاء، و لا إثم لعدم الاستطاعة۔ قلنا: لما أتی مکة صار مستطیعاً فیفترض علیه حتی أنه لو ترکها یأثم کما یفترض علی الأغنیاء المستطیعین فی الآفاق (۹۷)

یعنی، پس اگر اعتراض کیا جائے یہ مشکل ہے اس فقیر پر جو حجۃ الاسلام کرے تو اس کا حج فرض واقع ہو جاتا ہے باوجویکہ اگر وہ (فقیر) حج نہ کرے تو عدمِ استطاعت کی وجہ سے تو نہ اس پر قضاء ہے اور نہ گناہ۔ ہم (اس کے جواب میں) کہتے ہیں: فقیر جب مکہ آیا تو مستطیع ہو گیا اور اس

۹۶۔ العنایة شرح الهدایة علی هامش فتح القدیر، المجلد (۲) کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: بخلاف الصوم، ص ٦

۹۷۔ الکفایة شرح الهدایة مع فتح القدیر، المجلد (۲)، کتاب الحج، تحت قوله: لنا أن الشفع الثانی الخ، ص ٦۔٧

پر حج فرض ہوگیا، یہاں تک کہ وہ اُسے ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا جیسا کہ آفاق میں استطاعت رکھنے والے مالداروں پر فرض ہے۔

اور مخدوم محمد جعفر بن مخدوم عبدالکریم بوبکانی حنفی (من اعیان القرن العاشر الھجری) نقل کرتے ہیں:

فی "الخوارزمی" فی باب المسافر، الفقیر الذی یحجّ حجّة الإسلام یقع فرضاً، لأنه لما أتی مکة صار مستطیعاً فیفرض علیه حتی لو ترکها یأثم، و فی "عقد اللآلی": و من حجّ وھو فقیر، ثم استغنی لم یجب علیه حجّة أخریٰ (۹۸)

یعنی، "خوارزمی" کے باب المسافر میں ہے کہ فقیر حجۃ الاسلام کرتا ہے تو اس کا حج فرض واقع ہوجاتا ہے، کیونکہ جب وہ مکہ آیا تو مُستطیع ہوگیا اور اس پر حج فرض ہوگیا، یہاں تک کہ اگر ترک کرے تو گنہگار ہوگا۔ اور "عقد اللآلی" میں ہے کہ جو شخص حج کرے اس حال میں کہ وہ فقیر ہو، پھر مالدار ہوجائے تو اس پر دوسرا حج واجب نہ ہوگا۔

لہٰذا ثابت ہوگیا کہ فقیر جب فرض کی نِیت یا مطلق نیت سے حج کرے گا تو اس کا فرض ادا ہوجائے گا۔ مالدار ہونے کی صورت میں اس پر دوبارہ حج فرض نہ ہوگا۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر حج کرد فقیر در حال فقر خود بعد ازاں غنی گشت جائز باشد حج سابق مرا‌ُو را از حج اسلام، وہمین ست حکم ہر شخصے کہ واجب نباشد حج بروے در حالی وادا کند وی حج را دران حال و بعد ازان واجب شود حج دیگر بروی مگر چہار کس صبی، ومجنون، بندہ، وکافر (۹۹)

یعنی، فقیر اگر اپنی حالتِ فقر میں حج کرلے، اس کے بعد مالدار ہوجائے

۹۸۔ المتانة فی المرمة عن الخزانة، کتاب الحج، ص ۳۸۳

۹۹۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالة، نوع دویم، ص ۳۴

تو اس کا سابق حج (جو اس نے حالتِ فقر میں کیا) حجِ اسلام سے جائز ہو جائے گا، اور یہی حکم ہے ہر اس شخص کا جس پر کسی حال میں حج واجب نہ ہو اور وہ اسی حال میں حج کر لے، اس کے بعد اس پر دوسرا حج واجب ہو جائے (تو اس پر حج لازم نہ ہوگا) مگر چار قسم کے لوگ اس حکم میں داخل نہیں: (۱) بچہ، (۲) مجنون، (۳) غلام، (۴) کافر۔

لہٰذا اُسے چاہئے کہ وہ فرض کی ادائیگی کی نیت سے حج کرے تا کہ اس کا فرض ادا ہو جائے اور اگر وہ مطلق نیت سے حج کرے گا تو بھی فرض ادا ہو جائے گا مگر جب اس نے نفل کی نیت کی تو اس کا حج نفل ہوگا کیونکہ اس کا حج فرض تب واقع ہوگا جب وہ نفل یا نذر کی نیت نہ کرے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام لکھتے ہیں:

بخلاف الفقير إذا حجّ حيث يقع عن الفرض إن لم ينو النفل مع أنه لا يأثم بتركه، لأنه افترض عليه حين صار داخل المواقيت (۱۰۰)

یعنی، برخلاف فقیر کہ جب وہ حج کرے تو اس کا حج فرض واقع ہوتا ہے اگر وہ نفل کی نیت نہ کرے باوجودیکہ وہ ترکِ حج کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوتا، کیونکہ اس پر حج اس وقت فرض ہوا جب وہ داخل المواقیت ہوا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

آنچہ گفتیم کہ اگر حج کرد فقیرے در حال فقر او یا کسی کہ واجب نیست حج بروی در حال عدم وجوب حج بر اُو و بعد از ان غنی شد یا واجب گشت حج بروی جائز گردد حج اُو از حج اسلام، آن وقتی ست کہ نیت کردہ باشد در وقت احرام خود حج فرض را یا مطلق حج را، اما اگر تقیید نمود بحج نفل یا نذر پس واقع نہ گردد حج سابق از حج اسلام (۱۰۱)

۱۰۰۔ فتح القدير، المجلد (۲) كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: و هذا آية النافلة، ص٦

۱۰۱۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، مقدمة الرسالة، نوع دويم در ذكر شرائط وجوب اداء حج، ص٣٤

یعنی، ہم نے جو یہ کہا کہ فقیر اگر اپنی حالتِ فقر میں حج کرے یا وہ شخص جس پر حج واجب نہیں وہ حالت عدم وجوبِ حج میں حج کرے اس کے بعد وہ مالدار ہو جائے یا اس پر حج واجب (فرض) ہو جائے تو اس کا حج (سابقہ) حجِ اسلام سے جائز ہو جائے گا، یہ اس وقت ہے کہ اس نے اپنے احرام کے وقت حجِ فرض یا مطلق حج کی نیت کی ہو، اور اگر اس نے اپنے حج کو نفل یا نذر (مَنّت) کے ساتھ مقید کر لیا تو اس کا سابق حج، حجِ اسلام واقع نہ ہوگا۔

اور استطاعت کے تحقّق کی وجہ سے جو حج اس کے ذمے فرض ہوا وہ باقی رہے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی "لباب المناسك" میں اور اس کی شرح میں ملا علی القاری(۱۰۲) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی(۱۰۳) نقل کرتے ہیں:

فی "اللباب": الفقیر الآفاقی إذا وصل إلی میقات فهو کالمكّی قال شارحه...... و لیفید أنه یتعین علیه أن ینوی حج الفرض لیقع عن حجة الإسلام و لا ینوی نفلاً علی زعم أنه فقیر لا یجب علیه الحج و هو آفاقی، فلما صار کالمكّی وجب علیه، فلو نوی نفلاً لزمه الحجّ ثانیاً، و لو أطلق یصرف إلی الفرض و اللفظ للقاری

یعنی، "لباب" میں ہے کہ فقیر آفاقی جب میقات کو پہنچ گیا تو وہ مثل مکی کے ہے، اس کے شارح (ملا علی القاری) فرماتے ہیں...... چاہئے کہ (مندرجہ بالا عبارت) اس کا فائدہ دے کر اس پر متعین ہو گیا کہ وہ حج فرض کی نیت کرے تا کہ اس کا حج حجۃ الاسلام واقع ہو جائے، اس زعم کی بناء پر کہ وہ فقیر ہے، اس پر حج فرض نہیں وہ نفل کی نیت نہ کرے کیونکہ

۱۰۲۔ لباب المناسك، و المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب شرائط الحج، ص ۴۱، ۴۲

اس پر حج فرض نہ تھا اس حال میں کہ وہ آفاقی تھا، پس جب وہ مکی کی مثل ہوگیا تو جب اس پر فرض ہوگیا، پس اگر اس نے نفلی حج کرلیا تو اس پر واجب ہے کہ وہ دوبارہ حج کرے اور اگر مطلق حج کیا تو (اس کا حج) فرض حج کی طرف پھر جائے گا (یعنی فرض حج ادا ہوجائے گا)۔

مخدوم عبدالواحد سوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ سے یہی سوال ہوا تو آپ نے لکھا کہ اس کا حج فرض واقع ہوگا چنانچہ وہ سوال اور اس کا جواب مندجہ ذیل ہے:

سوال: ما قولهم فی حجّ الفقیر الآفاقی هل یقع حجّه عن الفرض إذا أیسر أم لا ؟ بینوا توجروا

جواب: الظاهر أنه یقع عن الفرض لما فی "خزانة المفتین": الفقیر إذا حجّ ماشیاً ثم أیسر لا حجّ علیه، و فی "العالمگیریة" "الفقیر إذا حجّ ماشیاً ثمّ أیسر لا حجّ علیه، کذا فی "فتاویٰ قاضی خان"، فی "عقد اللآلی" و من حجّ وهو فقیر ثم استغنی لم یجب علیه حجّة أخریٰ انتهیٰ، **فإن قلت:** قد تقرّر أن الحریّة و البلوغ و القدرة علی الزاد و الراحلة کلّها شرائط الوجوب کما فی "العالمگیریة" و غیرها، و قد ذکروا أن الصبی و العبد لو حجّا، ثم زال الصبا و الرّق فعلیهما حجّة الإسلام، ففی "خزانة المفتین" لو حجّ الصبی کان علیه حجّة الإسلام إذا بلغ، و لو حجّ قبل العتق مع المولی لا یجوز عن حجّة الإسلام و علیه الحجّ إذا اعتق انتهیٰ، فما الفرق بین الفقیر و أخویه بعد اشتراك جمیعهم فی عدم وجود شرط الوجوب فی حقّهم حیث حجّ الأول من الفرض دون أخویه، قلت لم أر إلی الآن من تصدّی للفرق بینهم لکن یمکن أن یقال فی وجه الفرق بینهما: أن الفقیر إذا حضر فی أشهر الحجّ بمکة یصیر الحجّ فرضاً علیه بعارض الحضور لوجود الاستطاعة کما فی "فرائض الإسلام" حیث قال: قد یصیر الحجّ فرضاً بعارض علی غیر المستطیع کنذر، و قضاء بعد فوات، أو فساد، أو إحصار بعد ما

شرع فيه بمباشرة الإحرام أو دخول الفقير أول مرّة فى أشهر الحجّ بمكة أو داخ
المواقيت و لو بغير إحرام كما صرّح به الملا على القارى فى شرح "المنسك
المتوسط" فى موضعين منه، انتهىٰ، فيوجه حجّ الفقير بعد حضوره بمكة بصف
الفرضية فيقع عن حجة الإسلام و أما الصبىّ و العبد فلا يجب عليهما الحج
أصلاً و لو كانا بمكة فلو حجّا يكون تطوّعاً فلا يقوم مقام الفرض، لأن الصبى
غير مكلّف و الحجّ عبادة و العبادات بأسرّها موضوعة عن الصبيان كما فى
"الهداية "فحجّه يكون تطوّعاً صرّح به فى "العالمگيرية" حيث قال: لو أن
الصبىّ حجّ قبل البلوغ لا يكون ذالك من حجّة الإسلام و يكون تطوّعاً و فى
"فرائض الإسلام "لا يقع حجّ الصبىّ و لو عاقلاً عن الفرض بل يقع نفلاً انتهىٰ،
العبد و إن كان مكلّفاً بسائر الفرائض لكن لعدم ملكه وفوت حق المولى لا
يجب عليه الحجّ و لو كان بمكة صرّح به فى "البحر" خيث قال: و لا حجّ على
عبدٍ أو مدبّرٍ أو أم ولدٍ أو مكاتبٍ أو مبعضٍ أو ماذونٍ فى الحجّ و لو كان بمك
لعدم ملكه لفوات حق المولى، و المولى و إن أذن له فحقّه إعارة منافعه و الحج
لا تجب بقدرةٍ عاريةٍ انتهىٰ فيقع حجّه نفلاً صرّح به فى "فرائض الإسلام" حيث
قال لو حجّ المملوك كلّاً أو بعضًا ولو بإذن مالكه لا يقع فرضاً بل نفلاً، انتهىٰ، و
قد تقرّر أن النفل لا يقوم مقام الفرض، و أيضاً قد ورد التصريح فى الحديث بعدم
اعتداد حجّ الصبىّ و العبد ،عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قال رسول الله
ﷺ: "أَيُّمَا صَبِيٍّ حَجَّ، ثُمَّ بَلَغَ الْحِنْثَ، فَعَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حِجَّةً أُخْرىٰ، وَ أَيُّمَا أَعْرَابِيٍّ
حَجَّ، ثُمَّ هَاجَرَ، فَعَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةً أُخْرىٰ، وَ أَيُّمَا عَبْدٍ حَجَّ، ثُمَّ أُعْتِقَ، فَعَلَيْهِ أَنْ
يَحُجَّ حَجَّةً أُخْرىٰ" رواه الحاكم، و قال صحيح على شرط الشيخين، و المراد
بالأعرابى الذى لم يهاجر من لم يسلم كما فى "الفتح"، و فى "الهداية" إنما

شرط الحرّية و البلوغ لقوله عليه الصلوٰة و السلام: "أَيُّمَا عَبْدٍ حَجَّ عَشْرَ حِجَجٍ ثُمَّ أُعْتِقَ فَعَلَيْهِ حِجَّةُ الْإِسْلَامِ، وَ أَيُّمَا صَبِيٍّ حَجَّ عَشْرَ حِجَجٍ، ثُمَّ بَلَغَ فَعَلَيْهِ حَجَّةُ الْإِسْلَامِ، انتهیٰ"، و بما حررنا ظهر الفرق بين الفقير فی قيام حجّه مقام الفرض، و بين العبد و الصبی فی عدم وقوع حجّهما من حجّة الإسلام من وجهين، أحدهما عقلی و هوأن الفقير و إن لم يجب عليه الحجّ لعدم استطاعته لكن إذا حضر بمكة فی موسم الحجّ فقد وجب عليه هناك فيقع حجّه فرضاً فيقوم مقام حجّة الإسلام ويؤيّده ما فی "متانة الروايات" فی "الخوارزمی": الفقير الذی يحجّ حجّة الإسلام يقع فرضاً لأنه لما أتی مكة صار مستطيعاً فيفرض عليه حتی لو تركها يأثم، و أما الصبیّ و العبد فلا يجب عليهما الحجّ أصلاً سواء كانا بمكة أو غيرها فلا يقوم حجّهما مقام الفرض، و الفرق أن الفقير يجب عليه الحجّ بمكة لوجود الاستطاعة، و العبد و الصبیّ لم يجب عليهما و لو كانا بمكة لعدم التكليف فی الصبیّ و عدم الملكية و فوت حق المولی فی العبد، و الثانی نقلی: وهو وجود الحديث الناطق بوجوب حجة أخری فی العبد و الصبیّ و عدم وجود مثل ذلك فی الفقير فافهم فإنه نفيس لا يوجد فی كتاب۔ والله الملهم للصواب (١٠٤)

یعنی ،**سوال:** فقیر آفاقی کے بارے میں فقہاء کرام کا کیا فرمانا ہے جب وہ مالدار ہو جائے تو کیا اس کا حج فرض واقع ہو جائے گا یا نہیں؟ بیان کیجئے اور اجر پایئے۔

جواب: ظاہر ہے کہ اس (فقیر آفاقی) کا حج فرض واقع ہوگا، اس لئے کہ "خزانة المفتین" میں ہے کہ فقیر آفاقی جب پیدل حج کر لے پھر مالدار ہو جائے تو اس پر حج لازم نہیں ہے اور "فتاویٰ عالمگیریه" میں ہے کہ فقیر جب پیدل حج کر لے پھر مالدار ہو گیا تو اس پر حج لازم نہیں ہے، اسی طرح "فتاویٰ قاضی خان" میں ہے۔ "عقد اللآلی" میں ہے کہ جس نے حج کیا اس حال میں کہ وہ فقیر تھا پھر مالدار ہو گیا تو اس پر دوسرا حج واجب نہیں ہوگا۔ انتھیٰ،

١٠٤۔ فتاویٰ واحدی، المجلد (١)، كتاب الحج، ص ٣٣٣، ٣٣٤

فَاِنْ قُلْتَ : (پس اگر تو اعتراض کرے) کہ ثابت ہے کہ آزادی، بلوغ اور زاد و سواری پر قدرت تمام وُجوبِ حج کی شرائط ہیں جیسا کہ "عالمگیریہ" وغیرہا میں ہے اور انہوں نے ذکر کیا کہ بچہ اور غلام اگر حج کر لیں پھر (بلوغت سے) بچپن اور (آزادی سے) غلامی زائل ہو جائے تو ان دونوں پر حجۃ الاسلام لازم ہے۔ تو "خزانۃ المفتین" میں ہے کہ بچے نے اگر حج کیا تو جب بالغ ہو تو اس پر حجۃ الاسلام لازم ہے، اور غلام نے آزادی سے قبل اپنے مولیٰ کے ساتھ حج کیا تو اس کا حج حجۃ الاسلام سے جائز نہیں اور اس پر حج لازم ہے جب وہ آزاد ہو، انتھیٰ۔ تو ان کے حق میں شرطِ وجوب نہ پائے جانے کے اشتراک کے بعد فقیر اور دوسروں (یعنی بچہ اور غلام) میں کیا فرق ہے؟ جب کہ پہلے کا (یعنی فقیر کا حالتِ فقر میں کیا ہوا حج) فرض سے ہے سوائے دوسروں کے۔ قُلْتُ (میں کہوں گا) کہ میں نے اب تک کسی کو نہیں دیکھا کہ کوئی ان میں فرق بیان کرنے کے درپے ہوا ہو، لیکن ممکن ہے ان میں فرق کی وجہ کے بیان میں کہا جائے کہ فقیر جب حج کے مہینوں (یعنی شوال، ذوالقعدہ، اور ذوالحجہ کے دس دنوں) میں مکہ حاضر ہوا تو اس پر حضور (مکہ) کے عارض ہونے، استطاعت کے پائے جانے کی وجہ سے حج فرض ہو گیا جیسا کہ (مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، متوفی ۱۱۷۴ھ کی کتاب) "فرائض الإسلام" میں ہے کہا کہ کبھی غیر مُستطیع (استطاعت نہ رکھنے والے) پر کسی عارض کی وجہ سے حج فرض ہو جاتا ہے جیسا منّت سے اور فواتِ حج کے بعد قضاء سے یا فسادِ حج کے بعد قضاء سے یا احرام باندھنے کے بعد محصور ہو جانے سے، یا حج کے مہینوں میں فقیر کے مکہ معظّمہ یا مواقیت کے اندر داخل ہونے کی وجہ سے اگرچہ داخلہ بغیر احرام کے ہو جیسا کہ ملا علی القاری نے "شرح المنسك المتوسط" میں اس کی دو جگہ تصریح کی ہے، انتہیٰ۔ تو فقیر کا حج مکہ مکرمہ حاضر ہونے کے بعد صفتِ فرضیت کے ساتھ ہو جاتا ہے اور حجۃ الاسلام سے واقع ہوتا ہے مگر بچہ اور غلام تو ان پر اصلاً حج فرض نہیں اگرچہ وہ دونوں مکہ معظّمہ میں ہوں، پس اگر وہ حج کریں گے تو ان کا حج نفل واقع ہو گا اور نفل فرض کے قائم مقام نہیں ہوتا کیونکہ بچہ غیر مکلف ہے اور حج عبادت ہے اور عبادت اصلاً بچوں سے اٹھائی گئی ہیں جیسا کہ "ھدایہ" میں ہے تو اس کا حج نفل واقع ہو گا، "فتاویٰ عالمگیریہ" میں اس کی تصریح کی جب کہ کہا بچہ اگر بلوغ سے قبل حج

کرے تو اس کا حج حجۃ لاسلام نہ ہوگا اور وہ نفل ہوتا ہے۔ اور (مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کی کتاب)"فرائض الإسلام" میں ہے کہ بچے کا حج فرض واقع نہیں ہوتا اگرچہ بچہ عاقل ہو بلکہ اس کا حج نفل واقع ہوتا ہے، انتھیٰ ۔اور غلام اگرچہ تمام فرائض کا مکلّف ہے لیکن اس کی عدمِ ملک اور حقِ مولیٰ کے فوت ہونے کی وجہ سے اس پر حج واجب نہیں اگرچہ وہ مکہ معظّمہ میں ہو۔ "بحر الرائق" میں اس کی تصریح کی جب کہ کہا کہ عبد (غلام) یا مُدبّر یا اُمِ ولد یا مُکاتَب، مُبعض، ماذون فی الحج پر حج نہیں عدمِ ملک اور حقِ مولیٰ کے فوات کی وجہ سے اگرچہ وہ مکہ معظّمہ میں ہو، مولیٰ نے اگرچہ اس کی اجازت دے دی ہو تو اس کا حق اس کے منافع کا اعارہ ہے اور حج عاریۃً لی ہوئی قدرت سے واجب نہیں ہوتا، انتھیٰ ۔تو اس کا حج نفلی واقع ہوگا اس کی (مخدوم ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ نے)"فرائض الإسلام" میں تصریح کی جب کہ فرمایا اگر کُلی یا جزوی مملوک نے حج کیا اگرچہ اپنے مالک کے اِذن سے کیا تو اس کا حج فرض واقع نہ ہوا بلکہ نفل ہوا، انتہیٰ ۔اور ثابت ہے کہ نفل فرض کے قائم مقام نہیں ہوتا اور حدیث شریف میں بچے اور غلام کے حج کو (فرض سے) شمار نہ کرنے کی تصریح بھی وارد ہوئی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس بچے نے حج کیا پھر وہ بالغ ہوا تو اس پر لازم ہے کہ دوسرا حج کرے، اور جس اعرابی نے حج کیا پھر اس نے ہجرت کی تو اس پر لازم ہے کہ دوسرا حج کرے اور جس غلام نے حج کیا پھر وہ آزاد ہوا تو اُس پر لازم ہے کہ دوسرا حج کرے"۔ اسے امام حاکم نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث علی شرط الشیخین صحیح ہے، اور اعرابی سے مراد وہ ہے جس نے نہ ہجرت کی نہ اسلام لایا، جیسا کہ "فتح القدیر" میں ہے اور "ھدایہ" میں ہے کہ حُریت اور بلوغ کی شرط نبی ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے ہے کہ ''جس غلام نے دس حج کیے پھر آزاد ہوا تو اُس پر حِجۃ الاسلام لازم ہے، جس بچے نے دس حج کیے پھر بالغ ہوا تو اُس پر حِجۃ الاسلام لازم ہے"، انتھیٰ ۔اور جو ہم نے تحریر کیا اس سے فقیر کا حج فرض کے قائم مقام ہونے اور غلام اور بچے کا حج حجۃ الاسلام سے واقع نہ ہونے کے مابین فرق دو وجوہ سے ظاہر ہوگیا، ان میں سے ایک وجہ عقلی ہے اور وہ یہ کہ فقیر پر اگرچہ اس کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے اس پر حج واجب نہیں لیکن جب وہ موسمِ حج میں مکہ حاضر ہوا تو

اس پر وہاں واجب ہو گیا اور اس کا حج فرض واقع ہوا تو حجۃ الاسلام کے قائم مقام ہو جائے گا اور اس کی تائید اس سے ہو جاتی ہے جو "متانة الروايات" میں ہے: "خوارزمی" میں ہے کہ فقیر حجۃ الاسلام کرتا ہے تو فرض واقع ہو جاتا ہے کیونکہ جب وہ مکہ آیا تو مُستطیع ہو گیا تو اس پر حج فرض ہو گیا یہاں تک کہ اگر وہ اُسے ترک کرے گا تو گنہگار ہو گا، مگر بچہ اور غلام تو ان پر اصلاً حج فرض نہیں، چاہے وہ دونوں مکہ میں ہوں یا غیر مکہ میں تو ان کا حج فرض کے قائم مقام نہ ہو گا۔ اور فرق یہ ہے کہ بے شک فقیر پر حج مکہ میں وجودِ استطاعت کی وجہ سے واجب ہے اور غلام اور بچے پر واجب نہیں اگرچہ وہ دونوں مکہ میں ہوں، بچے میں مکلّف نہ ہونے کی وجہ سے اور غلام میں عدم ملکیت اور مولیٰ کا حق فوت ہو جانے کی وجہ سے۔ دوسری وجہ نقلی ہے اور وہ حدیث شریف جو غلام اور بچے کے حق میں (غلام کے آزاد ہونے اور بچے کے بالغ ہونے کے بعد) دوسرے حج کے وُجوب کے ساتھ ناطق ہے اور فقیر کے حق میں اس کی مثل کا عدم وجود ہے (یعنی اس کی مثل کوئی حدیث شریف موجود نہیں ہے)۔ پس خوب سمجھ کیونکہ یہ ایک نفیس مسئلہ ہے جو کسی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ واللہ الملھم للصواب

واللّٰہ تعالى أعلم بالصواب

یوم الأربعة ۸ شوال المکرم ۱٤۲۷ ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰٦ م (239-F)

وقوفِ عرفہ سے قبل مُحرِم بچے کا بالغ ہونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی آفاقی اپنے ساتھ اپنے خرچ پر اپنے فقیر بچے کو لے گیا اور وقوفِ عرفہ سے قبل وہ بچہ بالغ ہو گیا تو کیا وہ نئے سرے سے حج کے لئے احرام باندھے گا یا اسی احرام سے حج مکمل کرے گا، وہ کیا کرے کہ وہ حج کرے اور اس کا فرض ادا ہو جائے؟

(السائل: حافظ رضوان، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اُسے چاہئے کہ وقوفِ عرفہ سے قبل

دوبارہ فرض کی نیت سے احرام باندھ کر حج کرے، چنانچہ علامہ زین الدین نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

و لو جدّده بعد بلوغه قبل وقوف الفرض أجزأه لأنه يمكنه الخروج عند لعدم اللزوم (۱۰۵)

یعنی، اگر اس نے بالغ ہونے کے بعد وقوف عرفہ سے قبل از سر نو احرام باندھا اور فرض کی نیت کر لی تو اسے جائز ہو گیا (یعنی اس کا فرض حج ادا ہو گیا) کیونکہ اُسے احرام لازم نہ ہونے کی وجہ سے اس سے نکلنا ممکن ہے۔

اور اگر اس نے ۹ ذی الحجہ کو زوال کے بعد وقوف کر لیا اگر چہ ایک لحظہ کے لئے ہی کیا ہو، پھر بالغ ہوا تو اب اُسے تجدید احرام جائز نہیں، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

فلو وقف بعد الزوال و لو لحظة ثم بلغ ليس له التجديد وإن بقى وقت الوقوف لتمام حجه إذا الحجّ بعد التمام لا يقبل النقض، و لا يصحّ أداء حجّتين فى عامٍ واحدٍ بالإجماع كذا ذكره القاضى محمد عبد فى شرحه "خلاصة المناسك على لباب المناسك" الخ (۱۰٦)

یعنی، پس اگر ایک لحہ بھی زوال کے بعد وقوف کیا پھر بالغ ہوا تو اُسے تجدید (احرام) جائز نہیں اگر چہ وقوف کا وقت باقی ہو، اس کے حج کے مکمل ہونے کی وجہ سے، کیونکہ حج کے مکمل ہونے کے بعد نقض کو قبول نہیں کرتا، اور اس پر اجماع ہے کہ ایک سال میں دو حج کی ادائیگی صحیح نہیں، اس طرح قاضی عبد نے "خلاصة المناسك على لباب المناسك" میں ذکر کیا ہے۔

۱۰۵۔ البحر الرائق: ۳/۳۱٦

یہ بچہ وقوفِ عرفہ سے قبل بالغ ہوا تو وقوف سے قبل اگر تجدیدِ احرام کر کے وقوفِ عرفہ کرے اور حج کا دوسرا رُکن طوافِ زیارت ادا کرلے تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا جیسا کہ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ اس کا حج حجِ اسلام سے ہوگا، چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

و لو جدّد الإحرام بأن لبیّ و نوی حجّة الإسلام و وقف بعرفة و طاف طواف الزیارة یکون عن حجّة الإسلام بلا خلاف (۱۰۷)

یعنی، اور اگر اس نے تجدید احرام کیا تلبیہ پڑھی اور حجِ اسلام کی نیت کی اور عرفہ کا وقوف کیا اور طوافِ زیارۃ ادا کیا تو یہ بغیر کسی اختلاف کے حجِ اسلام سے ہوگا۔

اگر کہا جائے کہ جب یہ مکہ آیا تو نابالغ تھا اور فقہاء نے لکھا ہے کہ بچہ حج کرے تو اس کا حج نفل ہوتا ہے بالغ ہونے کے بعد اس پر حج فرض ہو جائے گا تو فرض ادا کرنے کے لئے دوبارہ حج کرنا ہوگا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ مکہ آیا تو اس پر حج فرض نہ تھا کہ وہ نابالغ تھا پھر جب وقوفِ عرفہ سے قبل وہ بالغ ہو گیا اور اس میں اہلیت آگئی کہ وہ فرض حج ادا کرے تو اس کا حج فرض واقع ہو سکے، اگرچہ جب وہ آیا تھا تو اہل نہ تھا اور مکہ میں ہونے کی وجہ سے وہ مستطیع ہو گیا، اگرچہ جب وہ آیا تھا تو اس وقت فقیر تھا مستطیع نہ تھا لہٰذا وہ اب فرض کی ادائیگی کی نیت سے یا مطلق نیت سے حج کرے گا تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔ مزید تفصیل کے لئے فقیر آفاقی کے حج والے مسئلے کا مطالعہ کیجئے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الاربعہ ۱ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰۶ م (F-242)

احرام

کراچی سے جانے والی عورت احرام کی نیت کہاں سے کرے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ حج وعمرہ میں احرام کی صورت میں شرعی پردہ عورت نہیں کرسکتی تو حج وعمرہ میں احرام کراچی ہی سے پہن لینا چاہئے یا عمرہ کے وقت وہاں پر۔ اگر احرام پہن کر نیت جہاز میں بھی کریں تو بھی جہاز کے سفر اور ائیرپورٹ پر جگہ جگہ بے پردگی ہوسکتی ہے اس کا کیا حل ہونا چاہئے اور بالخصوص اس صورت میں جب عورت شرعی پردہ کرتی ہو اور مدنی برقعہ پہنتی ہو؟

(السائل: بنت سلیمان، کھارادر کراچی)

باسمہ تعالٰی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں احرام کی نیت میقات سے قبل ہی کرنی ہوگی، چاہے وہ اپنے گھر سے کرے یا کراچی ائیرپورٹ سے کرے، یا جہاز میں سوار ہوکر کرے، یا جہاز اڑنے کے بعد کرے، مگر دورانِ سفر ہی چونکہ ہوائی جہاز میقات سے گزرتا ہے اور میقات کے گزرنے کا صحیح پتہ نہیں چلے گا لہٰذا اسے جہاز کے پرواز کرنے سے پہلے یا پرواز کرنے کے تھوڑی دیر بعد احرام کی نیت کرلینی چاہئے کیونکہ میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"لَا یُجَاوِزُ أَحَدُ المِیقَاتَ إِلَّا مُحْرِمًا الحدیث" (١٠٨)

یعنی، کوئی میقات سے بغیر احرام کے نہ گزرے۔

میقات سے احرام باندھنا حج کے واجبات میں سے ہے جیسا کہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ١٠٦٩ھ لکھتے ہیں:

واجبات الحج إنشاء الإحرام من المیقات (١٠٩)

١٠٨ـ الدرایة فی تخریج أحادیث الهدایة، المجلد (١)، ص ٢٣٥

١٠٩ـ [illegible] الإیضاح، کتاب الحج، ص [illegible]

یعنی، میقات سے احرام کی ابتداء حج کے واجبات سے ہے۔

اسی طرح علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و إنشاء الإحرام من المیقات (۱۱۰)

یعنی، واجبات (حج وعمرہ) سے ہے میقات سے احرام کی ابتداء۔

اور میقات وہ مقام ہے جہاں سے حرم مکہ کو جانے والا بغیر احرام کے نہیں گزر سکتا خواہ وہ حج وعمرہ کا ارادہ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، چنانچہ امام ابوالحسن احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں: و المواقیت التی لا یجوز أن یتجاوزها الإنسان إلا محرماً اور اس کے تحت امام ابوبکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

یعنی لا یتجاوزها إلی مکة (۱۱۱)

یعنی، مواقیت وہ ہیں جن سے انسان بغیر احرام کے نہیں گزرے گا یعنی مکہ کی طرف (بغیر احرام کے) نہیں گزرے گا۔

اور علامہ عبدالغنی المیدانی تلمیذ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و المواقیت أی الواضع التی لا یجوز أن یتجاوزها الإنسان مریداً مکة إلا محرماً بأحد النسکین (۱۱۲)

یعنی، مواقیت وہ جگہیں ہیں جہاں سے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ رکھنے والے انسان کو حج وعمرہ میں سے کسی ایک کے احرام کے بغیر گزرنا جائز نہیں۔

کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"لَا یُجَاوِزُ أَحَدُ الْمِیقَاتَ إِلَّا مُحْرِمًا"

یعنی، کوئی شخص میقات سے بغیر احرام کے نہ گزرے۔

جیسا کہ علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

۱۱۰۔ الدر المختار، المجلد (۲)، ص ٤٦٨

۱۱۱۔ الجوهرة النیرة شرح مختصر القدوری، الجزء (۱)، کتاب الحج، ص ۱۹۳

۱۱۲۔ اللباب شرح الکتاب علی هامش الجوهرة النیرة، الجزء (۱)، کتاب الحج، ص ۱۹۳

و المواقيت أی المواضع التی لا يجاوزها مريد مكه إلا مُحرمًا، و قال الشامی فی شرحه أی بحج أو عمرة (۱۱۳)

یعنی، مواقیت وہ جگہیں ہیں جہاں سے مکہ مکرمہ کا ارادہ رکھنے والا حج یا عمرہ کے احرام کے بغیر نہیں گزرے گا۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ثم الآفاقی إذا أنتهی إليها علی قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا (۱۱٤)

یعنی، آفاقی جب مکہ مکرمہ جانے کے ارادے سے میقات پر پہنچے گا تو ہمارے نزدیک اس پر لازم ہے کہ احرام باندھے حج کا ارادہ ہو یا عمرہ کا یا دونوں میں سے کسی کا ارادہ ہو۔

اور احرام کو میقات سے مؤخر کرنا حرام ہے جیسا کہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

و حرم تأخير الإحرام عنها كلّها لمن أی لآفاقی قصد دخول مكة يعنی الحرم (۱۱۵)

یعنی، وہ آفاقی جو حرمِ مکہ مکرمہ کا قصد رکھتا ہوا سے احرام کو تمام مواقیت سے مؤخر کرنا حرام ہے۔

میقات سے باہر سے جو شخص آئے اور بغیر احرام مکہ مکرمہ چلا جائے اگرچہ وہ حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو مگر حج یا عمرہ واجب ہو جائے گا پھر اگر واپس میقات کو نہ جائے وہیں احرام باندھ لے تو دَم واجب ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں دونوں صورتوں میں دَم ساقط ہو جائے گا جیسا کہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و من جاوز الميقات و هو يريد الحج و العمرة غير محرم فلا

۱۱۳۔ الدر المختار، المجلد (۱)، كتاب الحج، بيان المواقيت، ص٤٧٤

۱۱٤۔ الهداية، المجلد (۱۔۲)، كتاب الحج، فصل، ص

۱۱۵۔ الدر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، ص ٤٧٧

یخلوا أما أن یکون أحرم داخل المیقات أو عاد الی المیقات ثم أحرم، فإن أحرم داخل المیقات ینظر إن خاف فوت الحج متی عاد فانه لا یعود و یمضی فی إحرامه و لزمه الدم و إن کان لا یخاف فوت الحج فانه یعود إلی الوقت و إذا عاد إلی الوقت فلا یخلوا أما أن یکون حلالاً أو محرماً فإن عاد حلالاً ثم أحرم سقط عنه الدم و إن عاد إلی الوقت محرماً قال أبو حنیفة إن لبّی سقط عنه الدم و إن لم یلب لا یسقط و عندهما یسقط فی الوجهین (۱۱٦)

یعنی، اگر کوئی شخص حج اور عمرہ کے ارادے سے جا رہا تھا اور وہ میقات سے بغیر احرام گزر گیا تو دو صورتیں ہیں یا تو اس نے میقات کے اندر سے احرام باندھا اور یا میقات پر واپس آیا اور وہاں سے احرام باندھا اگر اس نے میقات کے اندر سے احرام باندھا ہے تو دیکھا جائے گا اگر میقات پر آنے میں حج فوت ہو جانے کا اندیشہ تھا یا کسی اور وجہ سے وہ میقات پر نہیں آ سکتا تو اس صورت میں وہ میقات پر نہ جائے بلکہ اس احرام سے جو میقات سے اندر باندھا ہے سب ارکان ادا کرے اور اس پر دَم لازم ہوگا اگر حج فوت ہونے کا اندیشہ نہیں اور کوئی عذر بھی نہیں تو اسے میقات پر واپس آنا چاہئے اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ احرام کے بغیر آئے اور دوسرا یہ کہ احرام باندھ کر آئے، پھر اگر بغیر احرام آیا اور میقات سے احرام باندھا تو اس کا دَم ساقط ہو گیا اگر میقات پر احرام باندھ کر آیا تو امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا اگر اس نے تلبیہ پڑھ لیا تو دَم ساقط ہو جائے گا اگر نہ پڑھا تو ساقط نہ ہوگا۔

۱۱٦۔ الفتاویٰ الهندیة، المجلد (۱)، کتاب الحج، الباب العاشر فی مجاوزة المیقات الخ، ص ۲۵۳

لہٰذا معلوم ہوا کہ احرام کراچی سے ہی باندھ لینا چاہئے ورنہ دم لازم ہوگا اور دَم سے بچنے کے لئے بغیر احرام کے میقات پر آکر احرام باندھنا ہوگا یا احرام باندھ کر آئے تو میقات پر تلبیہ پڑھنا ہوگا اور اس میں بڑا حرج اور تکلیف ہوگی۔ البتہ مرد و عورت جو براہِ راست مکہ معظمہ جانے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں، بلکہ کراچی سے مدینہ منورہ ائیر پورٹ جا رہے ہوں وہ کراچی ائیر پورٹ پر احرام نہیں باندھیں گے کیونکہ مدینہ منورہ میقات سے باہر ہے، بلکہ بغیر احرام مدینہ طیبہ کی حاضری سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ مدینے پاک سے 12 کلومیٹر کے فاصلے پر مدینے کی میقات ذوالحلیفہ (جہاں آج کل ایک بہت بڑی مسجد بئر علی یا مسجد میقات کے نام سے موجود ہے) سے گزرنے سے قبل احرام کی نیت کرنا ہوگی۔

جب کہ سفرِ حج کے علاوہ (کیونکہ سفرِ حج میں زائر کو جدہ ائیر پورٹ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی) صرف عمرہ پر جانے والوں کے لئے یہ رعایت ہے کہ اگر وہ کراچی سے جدہ ائیر پورٹ پر اُتر کر براہِ راست معظّمہ جا کر عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں بلکہ تجارت یا کسی اور حقیقی غرض سے جدہ میں کچھ ٹھہر کر پھر مکہ معظّمہ جانا چاہتے ہوں تو وہ بغیر احرام جا سکتے ہیں، انہیں بھی کراچی سے احرام باندھنا اور نیتِ احرام ضروری نہیں، اور اب اگر وہ چاہیں تو حرمِ مکہ میں داخل ہونے سے قبل احرام باندھ کر عمرہ کرلیں اور اگر چاہیں تو اب بغیر احرام ہی مکہ معظّمہ جا سکتے ہیں۔ چنانچہ صدر الشریعہ حکیم امجد علی اعظمی ''درمختار'' اور ''ردالمحتار'' کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

> مکہ معظّمہ جانے کا ارادہ نہ ہو بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ مثلاً جدہ جانا چاہتا ہے تو اسے احرام کی ضرورت نہیں، پھر وہاں سے اگر مکہ معظّمہ جانا چاہے تو بغیر احرام کے جا سکتا ہے، لہٰذا جو شخص حرم میں بغیر احرام جانا چاہتا ہے وہ حیلہ کرسکتا ہے، بشرطیکہ واقعی اس کا ارادہ پہلے مثلاً جدہ جانے کا ہو، نیز مکہ معظّمہ حج اور عمرے کی نیت سے نہ جاتا ہو مثلاً تجارت کے لئے جدہ جاتا ہو اور وہاں سے فارغ ہوکر مکہ مکرمہ جانے ارادہ ہے،

اور اگر پہلے ہی سے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ ہے تو اب بغیر احرام کے نہیں جاسکتا۔(۱۱۷)

اب اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کوئی احرام کی پابندیوں سے بچنے کی غرض سے یہ حیلے خواہ مخواہ کرے، کیونکہ احادیث کے مطابق احرام کی نیت کر لینے پر ہر قدم پر نیکیاں لکھی جانی شروع ہو جاتی ہیں، خطائیں مٹتی ہیں اور درجات بلند ہوتے ہے۔(بحوالہ بیھقی) پس جتنی جلدی احرام کی نیت کریں گے اتنی کثرت سے ثواب ہوگا، جب کہ دوسری صورت میں محروم۔

نیز حج وعمرہ کی نیت کر لی اور اس حال میں موت آگئی تو قیامت تک اس کے لئے حج اور عمرے کرنے والے کا ثواب لکھا جاتا رہے گا۔

عورت حالتِ احرام میں اپنا چہرہ کھلا رکھے گی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مُحرِمہ کو نقاب کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ابوداؤد میں حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر أنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ "نَھَی النِّسَاءَ فِي إِحْرَامِهِنَّ عَنِ النِّقَابِ الخ" ملخصاً (۱۱۸)

دوسری حدیث میں ہے کہ

عن ابن عمر عن النبی ﷺ "اَلْمُحْرِمَۃ لَا تَنْتَقِبُ" الخ (۱۱۹)

یعنی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "عورت احرام میں نہ نقاب ڈالے" الخ۔

اور انتقاب کہتے ہیں اس پردے کو جو چہرے پر ڈالا جاتا ہے یا اس سے کسی نفیس چیز کو چھپایا جائے۔ بخاری شریف میں ہے کہ اُمُّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَا تَلَثَّمُ وَ لَا تَتَبَرْقَعُ (۱۲۰)

۱۱۷۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، میقات کا بیان، ص ۲۸۔۲۹

۱۱۸۔ سنن أبی داؤد، باب ما یلبس المحرم، ص ۲۸۳، الحدیث: ۱۸۲۷

۱۱۹۔ سنن أبی داؤد، المجلد (۲)، کتاب المناسک، باب ما یلبس المحرم، ص ۲۸۳، الحدیث: ۱۸۲۵۔۱۸۲۶

۱۲۰۔ صحیح البخاری، المجلد (۱)، کتاب الحج، باب ما یلبس المحرم من الثیاب الخ، ص ۳۸۱، الحدیث: ۱۵۴۲

یعنی، عورت بحالتِ احرام اپنے ہونٹ نہ چھپائے اور نہ برقع ڈالے۔

امام ابوبکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

أما المرأة فلها أن تلبس ما شاءت من المخيط و الخفين إلا أنها لا تغطى و جهها لقوله عليه السلام: "إِحرَامُ المَرأَةِ فِي وَجُهِهَا" (۱۲۱)

یعنی، عورت حالت احرام میں سلے ہوئے کپڑوں اور موزوں سے جو چاہے پہنے مگر وہ اپنا چہرہ نہیں ڈھکے گی کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے''۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و اطلقه فشمل المرأة لما فی "البحر" عن "غاية البيان" من أنها لا تغطى و جهها إجماعاً الخ (۱۲۲)

یعنی، مصنّف نے اُسے مطلق ذکر کیا تو یہ عورت کو شامل ہے جیسا کہ "بحر الرائق" میں "غاية البيان" (شرح الهداية) کے حوالے سے ہے کہ عورت بالاجماع اپنے چہرے کو نہیں ڈھکے گی۔

اسی طرح علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

أما المرأة فتستر الرأس لكن لا تلقى الثوب على الوجه قال رسول الله ﷺ "لَا تَنْتَقِبُ الْمَرأَةُ" أخرجه أبو داؤد و غيره ملخصاً (۱۲۳)

لہٰذا بحالت احرام عورت کو منہ چُھپانا جائز نہیں، سر چُھپانا جائز ہے بلکہ نامَحرم اور نماز میں فرض ہے۔(۱۲۴)

۱۲۱۔ الجوهرة النيرة شرح مختصر القدورى، المجلد (۱)، ص ۱۹۶

۱۲۲۔ رد المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، مطلب: فيما يحرم بالإحرام و ما لا يحرم، ص ۴۸۸

۱۲۳۔ عمدة الرعاية، المجلد (۱)، ص ۳۲۷

۱۲۴۔ فیوض الباری شرح صحیح البخاری: ۳/۶/۶، ۱۳۱

اسی طرح امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

''بلکہ نامحرم کے سامنے اور نماز میں چھپانا فرض ہے''۔ (۱۲۵)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ بحالتِ احرام عورت کے منہ چُھپانا حرام و ناجائز ہے تو ایک قاعدہ ہے وہ یہ کہ ''جو باتیں احرام میں ناجائز ہیں وہ اگر کسی عذر سے یا بھول کر ہوں تو گناہ نہیں مگر ان پر جو شرعی جرمانہ مقرر ہے ہر طرح دینا ہوگا اگرچہ بے قصد ہوں یا سہواً یا جبراً یا سوتے میں ہوں (۱۲۶) اس سے معلوم ہوا کہ اگر قصداً ہوں تو گناہ بھی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عورت کتنا منہ چُھپائے اور کتنا عرصہ چُھپائے تو شرعی جرمانہ ہوگا چنانچہ امام اہلسنّت امام احمد رضا لکھتے ہیں: مرد سارا سر یا چہارم سر یا مرد خواہ عورت منہ کی ٹکلی ساری یا چہارم، چار پہر یا زیادہ لگا تار چُھپائیں تو دَم ہے اور چہارم سے کم، چار پہر تک یا چار سے کم اگرچہ سارا سر یا منہ تو صدقہ ہے اور چہارم سے کم چار پہر سے کم تک چُھپائیں تو گناہ ہے کفارہ نہیں۔ (۱۲۷)

یہ امر تو ثابت شدہ ہے کہ عورت بحالتِ احرام اپنا منہ نہیں چُھپائے گی اگرچہ مُنہ کُھلا رکھنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے جیسا کہ امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأن المرأة لا تغطی و جهها مع أن فی الکشف فتنة (۱۲۸)

یعنی، کیونکہ عورت اپنے چہرے کو نہیں ڈھکے گی اگرچہ کھولنے میں فتنہ ہے۔

اور عورت کو برقع پہننا ممنوع نہیں بلکہ منہ چھپانا منع ہے لہٰذا جہاں بھی برقع سے منع مذکور ہو وہاں مراد منہ کا چُھپانا ہے، جیسا کہ ''فیوض الباری'' میں ہے کہ عورت کو بحالتِ احرام برقع پہننا جائز ہے جب کہ اس کے چہرے پر نہ آئے صرف سر پر رہے۔ (۱۲۹)

معلوم ہوا کہ شریعت مطہرہ کا مقصود یہی ہے کہ مُحرِمہ کا چہرہ کُھلا رہے جیسا کہ نبی کریم

۱۲۵۔ فتاویٰ رضویہ قدیم: ۴/ ۶۹۷

۱۲۶۔ بہار شریعت: ۶/ ۳۸

۱۲۷۔ فتاویٰ رضویہ قدیم: ۴/ ۷۱۵

۱۲۸۔ الهداية، المجلد (۱۔۲)، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۲۳۹

۱۲۹۔ فیوض الباری شرح صحیح البخاری: ۳۰/ ۱۳۱

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے''۔ اسی طرح دوسری احادیث اور عبارات فقہاء بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔

باقی رہا بے پردگی سے بچنا تو حدیث شریف میں ہے کہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

''کَانَ الرُّکْبَانُ یَمُرُّوْنَ بِنَا وَ نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ فَاِذَا جَازُوْا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَانَا جِلْبَابَھَا مِنْ رَأْسِھَا عَلٰی وَجْھِھَا فَاِذَا جَاوَزُوْنَا کَشَفْنَاہُ'' (۱۳۰)

یعنی، جب سوار ہمارے پاس سے گزرتے اور ہم ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام کی حالت میں تھیں جب وہ گزرتے تو ہم میں سے ہر ایک پردے کو اپنے سر سے چہرے پر لٹکا لیتی جب وہ گزر جاتا تو ہم کھول دیتی تھیں۔

اس سے بوقت ضرورت چہرے کا پردہ کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ ازواج مطہرات بحالتِ احرام نبی کریم ﷺ کے ساتھ موجود تھیں جب کوئی اجنبی گزرتا وہ پردہ سر سے لٹکاتی تھیں۔ جب وہ گزر جاتا ہٹا دیتیں ظاہر ہے کہ حج میں یہ فعل بار بار ادا کرتی ہوں گی اس میں حرج تھا تکلیف تھی باوجود اس کے نبی کریم ﷺ نے انہیں مستقل پردہ کرنے کی اجازت نہ دی اور نہ ہی اس سے منع فرمایا تو اس سے ثابت ہوا کہ مُحرِمہ منہ کُھلا رکھے بوقت ضرورت کسی چیز سے پردہ کرلے پھر ہٹا دے، اور وہ چیز چہرے سے دُور رہے، بہتر ہے کہ وہ کپڑا وغیرہ نہ ہو کیونکہ کپڑے میں چہرے کے ساتھ مس کرنے کا احتمال زیادہ ہوتا ہے بلکہ کوئی سخت چیز ہو جیسا کہ امام اہلسنّت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

تنبیہ: احرام میں مُنہ چُھپانا عورت کو بھی حرام ہے نامَحرم کے آگے کوئی پنکھا وغیرہ منہ سے بچا ہوا سامنے رکھے۔ (۱۳۱)

۱۳۰۔ سنن أبی داؤد، کتاب الحج، کتاب المناسك، باب فی المحرمۃ تغطی وجھھا، ص ۲۸۵۔۲۸۶

۱۳۱۔ فتاویٰ رضویہ، المجلد (٤)، ص ٦٩٧

اسی طرح صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ نے بھی لکھا:

تو اس کا حکم یہ ہے کہ احرام میں منہ چُھپانا عورت کو بھی حرام ہے نامَحرم کے آگے کوئی پنکھا وغیرہ منہ سے بچا ہوا سامنے رکھے۔ (۱۳۲)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و إنما تستر وجهها عن الأجانب بإسدال شيءٍ متجافٍ لا يمسّ الوجه و المحفوظ عن علمائنا خلافه و هو وجوب عدم مماسة شيءٍ لوجهها اھ (۱۳۳)

یعنی، عورت اپنے چہرے کو اطراف میں سے کسی ایسی شئے کے لٹکانے سے چُھپا سکتی ہے جو اس طرح جُدا رہے کہ چہرے سے مَس نہ کر سکے، لیکن ہمارے علماء سے اس کا خلاف منقول ہے اور وہ کسی شئے کا اُس کے چہرے کو نہ چُھونے کا وجوب ہے۔

ہاں عورتوں کو دستانے اور موزے پہننے کی رعایت ہے، چنانچہ صدر الشریعہ حکیم امجد علی اعظمی فرماتے ہیں کہ:

عورت کو (حالتِ احرام میں) چند باتیں جائز ہیں (جو مردوں کو جائز نہیں) مثلاً سلے ہوئے کپڑے پہننا، دستانے، موزے پہننا الخ۔ (۱۳۴)

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

(2000-Fatwa)

حِل کے رہنے والے کا حرم سے حج کا احرام باندھنا

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جدّہ میں مقیم شخص حج کے لئے آئے تو احرام کہاں سے باندھے اگر وہ وہاں سے احرام باندھ کر آتا ہے

۱۳۲۔ بہار شریعت:۶/۳۷

۱۳۳۔ رد المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب فیما یحرم بالإحرام و ما لا یحرم، ص۴۸۸

۱۳۴۔ بہار شریعت:۶/۳۷

تو حکومت اُسے آنے نہیں دے گی اور جدہ کا رہنے والا مکہ کسی کام سے آئے تو اسے بغیر احرام باندھے آنا جائز ہے یا نہیں اور اگر وہ شخص اپنے کسی کام سے مکہ مکرمہ آیا جیسے حج پر آنے والے رشتہ داروں اور دوستوں سے ملنے آگیا یا ان کی خدمت کے لئے آیا پھر یہیں سے حج کا ارادہ کر لے اور مکہ سے احرام باندھ لے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر حج کے لئے ہی آیا مگر حکومت کی طرف سے دھر لئے جانے کے خوف سے بلا احرام آیا اور مکہ مکرمہ آکر وہ مسجد عائشہ یا کسی اور جگہ حدِ حرم سے باہر گیا اور احرام باندھ کر آگیا تو اس کا احرام دُرست ہوگا یا نہیں اور اس پر کوئی دَم لازم ہوگا یا نہیں اور اس پر اُسے توبہ کرنی ہوگی یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، از جدہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جدہ میقات کے اندر اور حُدودِ حرم سے باہر ہے لہٰذا جدہ کا رہنے والا جب حج وعمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو بغیر احرام مکہ مکرمہ آسکتا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وجائز است مرایشان را دخولِ مکہ ودخولِ ارض حرم بغیر احرام چون ارادہ نداشتہ باشد حج وعمرہ را (۱۳۵)

یعنی، ان لوگوں کو (جو میقات پر یا میقات اور حرم کے مابین رہتے ہیں) مکہ یا حرم کی سرزمین میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے جب کہ وہ حج اور عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں۔

اور میقات یا حِل (یعنی میقات اور حرم کے درمیان) میں رہنے والوں کے احرام کی جگہ حِل ہے چاہے عمرہ کا احرام ہو یا حج کا، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

بدانکہ کسے کہ در نفس میقاتے از مواقیت متقدمہ یا در مابین مواقیت وحرم سکونت داشتہ باشد مکانِ احرام در حق او جمیع ارض حِل ست اعنی مابین مواقیت وحرم برابرست کہ احرام حج بندد یا احرام عمرہ وافضل در حق ایشان آنست کہ از دوازہ خانہ خود احرام بندد (۱۳۶)

۱۳۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۶۰

یعنی، جاننا چاہئے کہ جو شخص مواقیت متقدمہ میں سے کسی میقات پر یا میقات اور حرم کے مابین سکونت رکھتا ہو اس کے حق میں احرام کی جگہ تمام زمینِ حِل ہے (حِل سے) میری مراد مواقیت اور حرم کا مابین ہے۔ برابر ہے کہ حج کا احرام باندھے یا عمرہ کا، اور ان لوگوں کے حق میں افضل یہ ہے کہ اپنے گھر کے دروازے سے احرام باندھیں۔

اور یہ لوگ جب حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں تو ان پر احرام باندھ کر حرم میں داخل ہونا لازم ہے اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو گنہگار ہوں گے اور ان پر لازم ہوگا کہ دوبارہ حدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھیں اور اگر نہ لوٹے اور حدودِ حرم کے اندر سے عمرہ کا احرام باندھا تو احرام نہ ہوگا کیونکہ اہلِ مواقیت، اہلِ حِل اور اہلِ مکہ کے لئے عمرہ کے احرام کی جگہ ہی حِل ہے اور حج کا احرام اگر حُدودِ حرم کے اندر سے ہی باندھ لیا تو دم لازم ہوگا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اما چون ارادہ داشتہ باشند آنہا را واجب ست احرام برایشان برائے دخولِ حرم، پس اگر ترک کردند آثم گردند و لازم باشد برایشان کہ عود نمایند بسوی حِل و احرام بندند از انجا، و اگر عود نہ کردند واجب گردد دم برایشان (۱۳۷)

یعنی، مگر جب ان کا ارادہ رکھتے ہوں تو ان پر حرم میں داخل ہونے کے لئے احرام واجب ہے پس اگر ترک کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور ان پر لازم ہوگا کہ حِل کی جانب لوٹ کر جائیں اور وہاں سے احرام باندھیں اور اگر نہ لوٹیں تو ان پر دم واجب ہوگا۔

لہٰذا مذکور شخص کو چاہئے کہ اگر وہ جدّہ سے احرام نہیں باندھ سکتا تو حُدودِ حرم شروع ہونے سے قبل احرام باندھ لے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا اور حج کے ارادے سے حرم میں بغیر احرام کے آجاتا ہے تو گنہگار بھی ہوگا اور اس پر لازم ہوگا کہ حرم میں آجانے کے بعد واپس حِل (یعنی حُدودِ حرم سے باہر) جا کر احرام باندھے چونکہ عمرہ یا حج کے ارادے سے حرمِ مکہ بلا احرام آنا گناہ ہے اس لئے وہ شخص حُدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھ کر دَم سے تو بچ گیا مگر

۱۳۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دویم در بیان مواقیت احرا

اُسے توبہ ضرور کرنی ہوگی۔

ہاں اگر وہ عمرہ یا حج کے ارادے سے مکہ نہیں آیا کسی اور کام سے آیا پھر یہاں سے اس نے حج کا ارادہ کرلیا تو حرم سے حج کا احرام باندھے اور حج کرلے تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا نہ دم اور نہ گناہ۔ کیونکہ اس وقت وہ مکی کے حکم میں ہے اور مکی اور جو مکی کے حکم میں ہے اس کے لئے حج کے احرام کی جگہ حرم ہے جیسا کہ یہ مناسک حج وعمرہ کا علم رکھنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۳ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۱۴ دیسمبر ۲۰۰۶م (289-F)

گونگے کے احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص گونگا ہے بولنے سے عاجز ہے وہ جب حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے احرام کی چادریں بھی پہن لے اور پھر دو رکعت نفل بھی پڑھ لے تو اس کا احرام درست ہو جائے گا یا نہیں۔ اگر اس طرح احرام درست نہ ہو تو اُسے کیا کرنا ہوگا کہ اس کا احرام درست ہو جائے؟

(السائل: عرفان ضیائی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: گونگا احرام کے لئے دل میں احرام کی نیت کرے اور تلبیہ کے کلمات کے لئے اپنی زبان کو حرکت دے تو اس کا احرام درست ہو جائے گا۔ چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ کی "المبسوط" میں ہے:

و إذا توضأ الأخرس و لبس ثوبين و صلّى ركعتين و هو يريد الإحرام فلما انصرف نوى الإحرام بقلبه و حرّك لسانه كان محرماً (۱۳۸)

یعنی، گونگا جب وضو کرلے اور احرام کی چادریں پہن لے اور دو رکعت نفل پڑھ لے حالانکہ وہ احرام کا ارادہ رکھتا ہو، پس جب وہ نفل پڑھ کر

اُٹھے تو اپنے دل میں احرام کی نیت کرے اور کلمات تلبیہ کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت دے تو وہ احرام والا ہو گیا۔

اسلام نے کسی کو اس کام کا مکلّف نہیں کیا جس کی وہ استطاعت نہیں رکھتا جیسے فقیر پر زکوٰۃ فرض نہیں، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

التكليف بحسب الاستطاعة (١٣٩)

اور علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

التكليف بقدر الطاقة (١٤٠)

یعنی، تکلیف (دشوار کام کا حکم دینا) بحسب استطاعت ہے یا بقدر طاقت ہے۔

اور امام اہلسنت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

تکلیف بقدرِ وسعت اور طاعت بحسب طاقت ہوتی ہے۔ (۱۴۱)

اور اس نے وہ کیا جو اس کی وسعت میں تھا اور اس سے زیادہ کی اُسے استطاعت نہ تھی، لہٰذا اِس طرح کرنے سے اس کا احرام درست ہو جائے گا، جیسا کہ وہ نماز شروع کرتا ہے تو نماز شروع کرنے کی نیت کے ساتھ تکبیر کے لئے زبان کو حرکت دیتا ہے تو اس کی تکبیر تحریمہ درست ہو جاتی ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ٢٥ شوال المكرم ١٤٢٧ھ، ١٧ نوفمبر ٢٠٠٦م (247-F)

حالتِ احرام میں کنگھی کرنے اور صابن سے نہانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے جاننے والوں کے ساتھ ایک خاتون ہیں وہ حج تمتع کے ارادے سے مکہ مکرمہ پہنچی تو اسے ماہواری

١٣٩۔ الهداية، المجلد (١-٢)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ٥٦

١٤٠۔ كتاب الإختيار لتعليل المختار، الجزء (١)، كتب الصلاة، باب ما يفعل قبل الصلاة، ص ٦٤

۱۴۱۔ فتاویٰ رضویہ، جلد (۳) کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ، ص ١٦٠

شروع ہوگئی جب کہ وہ احرام میں تھیں اور حج کو ابھی دس سے زیادہ دن باقی ہیں اور اس نے احرام تو نہیں کھولا مگر بالوں کو کنگھی دے لی اور صابن سے نہا لیا اور پھر ہم نے اسے ان کاموں سے بھی روک دیا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ دو کام اس نے کر لئے ہیں تو اس پر کوئی دم تو لازم نہیں ہوگا؟

(السائل: محمد بلال گھانچی، ملیر)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں بالوں میں کنگھی کرنے پر اگر تین سے زائد بال نکلے ہوں تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر تین تک ہوں تو ایک مٹھی گندم دے دے یا ہر بال کے عوض ایک کھجور صدقہ کرے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

> پس اگر یک دو سہ موی باشد واجب شود یک کف از گندم یا بدہد برائے موئے یک خرما، واگر زائد شوند بر سہ موئے نصف صاع گندم بدہد مادام کہ نرسد بربع راس وربع لحیہ وچوں بربع رسید ذبح شاۃ لازم گردد (۱۴۲)
>
> یعنی، تو پس اگر بال تین تک ہوں تو ایک مٹھی گندم دے دے، یا ہر بال کے عوض ایک کھجور صدقہ دے اور اگر تین سے زائد بال گریں تو نصف صاع (سوا دو سیر یا دو کلو پینتالیس گرام تقریباً) گندم (یا اس کی قیمت) صدقہ دے، یہ مقدار چوتھائی سر یا داڑھی کے بقدر نہ ہو تو نصف صاع گندم یا اس کی قیمت ہی دیا جائے گا۔ چوتھائی کی مقدار کو پہنچ جائے تو ایک بکری (بطور دم) ذبح کرنی ہوگی۔

اور صابن سے نہانے کی صورت میں اگر بے خوشبو کے صابن سے نہایا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ مکروہات تنزیہیہ کے بیان میں لکھتے ہیں:

> شستن سر وریش وسائر جسد بعد از تحقق احرام ببرگ درخت کنار یا صابون یا اُشنان (۱۴۳)

۱۴۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل ششم در بیان محرّمات احرام، ص ۸۵

یعنی ، احرام باندھنے کے بعد سر اور داڑھی اور تمام بدن کو بیری کے پتوں یا صابن یا اشنان سے دھونا (مکروہ تنزیہی ہے)۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

(مکروہ ہے) بال یا بدن کھلی یا صابن وغیرہ بے خوشبو کی چیز سے دھونا۔ (۱۴۴)

کیونکہ یہ چیزیں مَیل چُھڑاتی ہیں جب کہ حاجی کا احرام میں مَیلا کُچیلا رہنا اور پراگندہ سر رہنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہے، چنانچہ "شرح السنّہ" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "کسی نے عرض کی یا رسول اللہ! حاجی کو کیسا ہونا چاہئے؟ فرمایا: پراگندہ سر، مَیلا کُچیلا" الخ (۱۴۵)

اسی لئے مَیل چُھڑانے والی چیزوں کے استعمال اور کنگھی کرنے سے حاجی کو منع کیا جاتا ہے۔

احرام اور خوشبو دار صابن: اور اگر صابن خوشبو دار ہو تو دم واجب ہوگا کیونکہ صابن میں خوشبو کا جواز خوشبو کے صابن میں پکنے سے ثابت نہیں ہوگا کہ پکنے سے جواز کھانے میں ثابت ہوتا ہے اگر یونہی ہو تو تیل میں خوشبو کے جوہر کو ڈال کر پکانے سے اس کے استعمال کا جواز بھی ثابت ہوگا حالانکہ یہ ایسا نہیں ہے اور اگر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ صابن میں خوشبو ڈال کر پکانے کے بعد اس کا استعمال جائز ہے تو بھی خوشبو دار صابن کے استعمال کا جواز ثابت نہیں ہوگا کیونکہ صابن میں خوشبو ڈال کر اُسے پکایا نہیں جاتا بلکہ پکنے کے بعد صابن کے سیال کو جب ٹھنڈا کیا جاتا ہے اس وقت تقریباً چالیس درجہ سینٹی گریڈ پر اس میں خوشبو ڈالی جاتی ہے اور اس درجہ حرارت پر کوئی چیز پکتی نہیں ہے، اگر اس درجہ حرارت پر چیزیں پکتی ہوں تو جب موسم گرما میں درجہ حرارت چالیس یا اس سے بڑھ جاتا ہے تو اس وقت ہر چیز پک جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اس درجہ حرارت پر صابن میں خوشبو اس لئے ڈالی جاتی ہے، کیونکہ خوشبو ڈال کر صابن کو پکانے کی صورت میں خوشبو اُڑ جاتی ہے اس طرح اس مقدار میں خوشبو باقی نہیں رہتی جتنی کی ضرورت ہوتی ہے اسی لئے خوشبو ڈالنے کے بعد صابن کو پکایا نہیں جاتا لہٰذا کسی بھی صورت میں خوشبو دار صابن کے استعمال کا جواز ثابت نہیں۔

۱۴۴۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، احرام کا بیان، ص ۲۵۸

اور پھر بغیر خوشبو کے صابن سے نہایا ہے تو یہ فعل مکروہ (تنزیہی) ہے مگر اس پر کوئی جزاء لازم نہ آئی بشرطیکہ نہانے میں سر کو ملنے یا صابن لگانے سے بال نہ گرے ہوں اور اگر خوشبودار صابن سے نہایا ہے تو خوشبو کے استعمال کی وجہ سے اس پر دَم لازم آئے گا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ٢٩ ذى القعدة ١٤٢٧ھ، ٢٠ ديسمبر ٢٠٠٦ م (305-F)

حالتِ احرام میں کنگھی کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حالت احرام میں کنگھی کرنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمه تعالى وتقدس الجواب: حالت احرام میں سر یا داڑھی میں کنگھی کرنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ کنگھی کرنا زینت ہے اور مُحرِم کو زینت سے روکا گیا ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

شانہ دادن موی سر و ریش خود را بعد از تحقق احرام زیرانکہ آن از قسم زینت است، نیز درویست احتمال قطع شدن موہا(۱۴۶)

یعنی، احرام کے بعد سر یا داڑھی میں کنگھی کرنا (مکروہ ہے) کیونکہ یہ آرائش مین داخل ہے اور اس میں بالوں کے ٹوٹنے کا احتمال ہے۔ جس پر کفارہ لازم آئے گا۔

جس کے ایک یا دو یا تین بال ٹوٹے ہوں تو ہر بال کے بدلے ایک کھجور صدقہ دے، یا مٹھی بھر گندم صدقہ کرے یا روٹی کا ٹکرا دے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

لو سقط من رأسه أو لحيته ثلاث شعرات عند الوضوء أو غيره (حين مسّه أو حكه) فعليه كف من طعام أو كسرة (من خبز)

۱۴۶۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب اول دربيان احرام، فصل هفتم در بيان مكروهات تنزيهيه احرام، ص ۹۳-۹۴

أو تمرة لکل شعرة (١٤٧)

یعنی، اگر وضو وغیرہ کے وقت سر یا داڑھی سے تین بال گریں تو اس پر ایک مٹھی اناج یا روٹی کا ایک ٹکڑا یا ہر بال کے عوض ایک کھجور صدقہ دینا لازم ہے۔

اور اگر تین سے زائد ہوں تو نصف صاع کی مقدار (یعنی تقریباً دو کلو پینتالیس گرام گندم (یا اس کی قیمت) دے یہ مقدار چوتھائی سر تک ہے اور چوتھائی سر کی مقدر ہونے پر دم لازم آتا ہے۔(١٤٨)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٢٩ ذی القعدة ١٤٢٧ھ، ٢٠ دیسمبر ٢٠٠٦ م (308-F)

احرام میں وضو کرتے وقت یا کھجاتے وقت بالوں کا گرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حالتِ احرام میں خارش کرنے یا دورانِ وضو سر یا داڑھی کے بال گر جائیں تو شرع مطہرہ میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: حافظ رضوان، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اگر ایک دو یا تین بال گریں تو مٹھی بھر گندم یا ہر بال کے بدلے ایک کھجور صدقہ کرنے کا حکم ہے اور اگر تین سے زائد ہوں تو صدقہ فطر کی مقدار صدقہ دے اور اگر چوتھائی سر یا داڑھی کے برابر ہو تو دم لازم ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

اگر محرِم بخارید یا مسح کرد سر خود ریا لحیہ خود را یا تخلیل کرد لحیہ را در وقتِ وضو یا غیر آن پس ساقط گشتند موی از وی پس اگر یک دو سہ موی باشد واجب شود یک کف از گندم و یا بدہد براء موئے یک خرما و اگر زائد شدند

١٤٧۔ لباب المناسک مع شرحہ، فصل فی سقوط الشعر، ص ٣٦٣

١٤٨۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ٨٥، ٨٦

برسہ موئے نصف صاع گندم بدہد مادام کہ نرسند بہ رُبع رأس و رُبع لحیہ و چوں بربع رسیدند ذبح شاۃ لازم گردد، ازیں سبب گفتہ اند کہ مستحب نیست درحق مُحرِم تخلیل لحیہ دروقت وضو (۱۴۹)

یعنی، اگر مُحرِم نے کھجایا یا اپنے سر یا داڑھی کا مسح کیا یا بوقت وضو یا بغیر وضو اپنی داڑھی کا خلال کیا جس سے اس کے بال گرے، پس اگر ایک، دو، تین بال ہوں تو ایک مٹھی گندم یا ایک بال کے لئے ایک کھجور واجب ہو گی۔ اگر تین بالوں سے زیادہ ہوں تو نصف صاع گندم دے (یا اس کی قیمت) جب تک چوتھائی سر یا چوتھائی داڑھی کو نہ پہنچے، اور جب چوتھائی کو پہنچ جائیں بکری ذبح کرنا لازم ہو گی۔ اس وجہ سے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ مُحرِم کے حق میں بوقت وضو داڑھی کا خلال مستحب نہیں ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۹ ذو الحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۷ ینایر ۲۰۰۷م (360-F)

مُحرِم کا چہرہ ڈھک کر سونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص احرام باندھنے کے بعد پوری رات منہ ڈھک کر سوتا رہا کیا اب اس پر دَم لازم ہوگا؟

(السائل: رضوان ہارون، کراچی)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں اس شخص پر دم لازم ہے کیونکہ مُحرِم کو منہ چھپانا ممنوع ہے، چنانچہ ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أما تغطية وجهه فحرام كالمرأة عندنا و به قال مالك و أحمد في رواية (۱۵۰)

۱۴۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول دربیان احرام، فصل ششم در بیان بیان محرّمات احرام، ص ۸۵۔۸۶

۱۵۰۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسّط، باب الجنایات، فصل فی تغطیۃ الرأس و الوجہ، ص ۳۰۷

یعنی، مگر مُحرِم کو منہ چُھپانا تو وہ ہمارے نزدیک عورت کی مثل حرام ہے (یعنی جس طرح عورت کو منہ چُھپانا حرام ہے اسی طرح مرد کو بھی) امام مالک کا یہی قول ہے اور ایک روایت میں امام احمد کا بھی۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

جائز نیست مُحرِم را پوشیدن تمام روی یا بعض آن اگر چہ مُحرِم مرد باشد یا زن (۱۵۱)

یعنی، مُحرِم کو اپنا پورا یا بعض چہرہ ڈھکنا جائز نہیں اگر چہ مُحرِم مرد ہو یا عورت۔

پھر منہ چُھپانا اگر پورا دن یا پوری رات ہو تو دم لازم ہے چنانچہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی لکھتے ہیں:

و عندنا مقدرة، ما لم يكن يوماً أو ليلة لا يلزمه دم، و إن كان أقل من ذلك لزمه صدقة، و إنما قدرنا بيوم كامل أو ليلة، لأن كمال الترفة لا يحصل إلا بيوم كامل فتوجب كمال الدم، و إن كان أقل من يوم تجب صدقه، نصف صاع من برّ كما فى صدقة الفطر (۱۵۲)

یعنی، اور ہمارے نزدیک اس کا اندازہ مقرر ہے جب تک ایک دن یا ایک رات نہ ہو تو اس پر دم لازم نہ ہوگا اور اگر اس سے کم ہو تو اُسے صدقہ لازم ہوگا، کیونکہ کمال نفع ایک دن یا ایک رات کے بغیر حاصل نہیں ہوتا تو کامل دم لازم ہوگا اور اگر دن (یعنی چار پہر) سے کم ہو تو نصف صاع گندم (یا اس کی قیمت) صدقہ واجب ہے جیسا کہ صدقۂ فطر میں۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ۱۸ ذو الحجة ۱۴۲۷ھ، ۶ يناير ۲۰۰۷م (F-359)

۱۵۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب، فصل ششم در بیان محرّمات احرام، ص ۸۷

۱۵۲۔ المسالك فی المناسك: ۲/ ۷۰۷

حالتِ احرام میں مَیل چھڑانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مُحرِم کا احرام باندھنے کے بعد بدن سے مَیل چُھڑانا شرعاً کیسا ہے، اگر اس نے مَیل چھڑایا تو اس صورت میں اس پر کچھ لازم ہوگا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام باندھنے کے بعد بدن سے مَیل چُھڑانا مکروہ تنزیہی ہے مگر اس پر کوئی جزا لازم نہ ہوگی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے احرام کے مکروہات تنزیہیہ کے بیان میں کہ جن کے ارتکاب پر کوئی کفارہ لازم نہیں آتا لکھا ہے:

اما آنچہ مکروہ ست فعل آن بعد از تحقق احرام پس از انہاست ازالہ تفث بعد از احرام یعنی دُور کردن چرک از بدن زیرا نکہ مناسب بحالِ مُحرم آنست کہ چرکین وغبار آلودہ باشد (۱۵۳)

یعنی، وہ افعال جن کا کرنا احرام باندھنے کے بعد مکروہ ہے ان میں سے ایک احرام باندھنے کے بعد بدن سے مَیل کُچیل کا دُور کرنا ہے کیونکہ مُحرِم کے حال کے مناسب یہ ہے کہ وہ احرام میں مَیلا کُچیلا رہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ احرام کے مکروہات کے بیان میں لکھتے ہیں:

احرام میں یہ باتیں مکروہ ہیں، بدن کا مَیل چھڑانا الخ (۱۵۴)

لہٰذا مُحرِم کو مَیل نہیں چھڑانا چاہئے اگرچہ اس پر کوئی جزاء لازم نہیں ہوتی علماء کرام نے تو یہاں تک فرمایا کہ اگر خالص پانی سے ہاتھ وغیرہ دھوئے تو اس میں بھی مَیل چُھڑانے کی

۱۵۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل ہفتم در بیان مکروہات تنزیہیہ احرام، ص ۹۳

۱۵۴۔ بہارِ شریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، احرام کا بیان، ص ۴۵۸

نیت نہ کرے۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

مستحب است کہ نیت نکند ازالہ وسخ را اگرچہ بآب خالص بلک قصد کند طہارت یا دفع حرارت (۱۵۵)

یعنی، مستحب ہے کہ مَیل چھڑانے کی نیت نہ کرے اگرچہ خالص پانی سے غسل کرے بلکہ طہارت (کے حصول) یا حرارت (گرمی) کے دفیعہ کا قصد کرے۔

کیونکہ حاجی کا احرام میں میں مَیلا کُچیلا رہنا اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کو پسند ہے، چنانچہ ''شرح السنۃ'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ''کسی نے عرض کی یا رسول اللہ! حاجی کو کیسا ہونا چاہئے، فرمایا پراگندہ سر، مَیلا کُچیلا'' الخ۔ (۱۵۶)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۰ دیسمبر ۲۰۰۶م (307-F)

حالتِ احرام میں چار پٹی کی چپل پہننے کا حکم

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے کراچی سے عمرہ کا احرام باندھا، دو پٹی کی چپل کی بجائے چار پٹی کی چپل پہن لی جب کہ اس میں پاؤں کے اُوپر اُبھری ہوئی ہڈی ظاہر تھی وہ چپل میں چھپی ہوئی نہ تھی، جب میں عمرہ کر کے آ گیا تو ایک عالم دین نے دیکھا تو مجھے اس سے منع کیا کہ احرام میں ایسی چپل نہ پہنو، اب عرض یہ ہے کہ میں نے تو وہ چپل احرام میں پہن لی اب مجھ پر کچھ لازم تو نہ ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی از محلہ مسفلہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں کچھ بھی لازم نہ آئے گا جب کہ اُبھری ہوئی ہڈی ظاہر تھی جو کہ وسطِ قدم میں ہوتی ہے البتہ ایسا جوتا یا چپل وغیرہ پہننا جس سے یہ ہڈی چُھپ جائے ممنوعاتِ احرام سے ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

۱۵۵۔ حیاۃ القلوب، باب اول، فصل ہشتم در بیان مباحاتِ احرام، ص ۹۶

۱۵۶۔ بہار شریعت، حصہ ششم، ص ۶

مُحرِم (مرد) کے لئے موزے، جرابیں اور ایسی چیز پہننا جائز نہیں جس سے کعبِ قدم ڈھک جائے، چاہے ایک ہی پاؤں میں پہنے، احرام کے معاملے میں کعب سے مراد پُشتِ قدم کی اُبھری ہوئی درمیانی ہڈی ہے نہ کہ ٹخنہ جو وضو میں پاؤں دھونے کی حد ہے اور مداس (عربی جوتی) اور مکعب ہندی (جوتے کی ایک قسم ہے) جو اُبھری ہوئی ہڈی تک نہیں پہنچتے ہمارے نزدیک اُن کا پہننا جائز ہے۔(۱۵۷)

لہٰذا ضروری نہیں کہ حالتِ احرام میں دو پٹی کی ہی چپل پہنی جائے، اگر چار پٹی والی ایسی چپل ہے جس سے پاؤں کی اُبھری ہوئی ہڈی نہیں چھپتی تو اس کے پہننے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

ہاں عورتوں کے لئے دستانے اور موزے پہننے کی رعایت ہے چنانچہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی فرماتے ہیں کہ:

عورتوں کو (حالتِ احرام میں) چند باتیں جائز ہیں (جو مردوں کو جائز نہیں) مثلاً موزے، دستانے، سلے ہوئے کپڑے پہننا۔ الخ (۱۵۸)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۷ذوالحجة ۱٤۲۷ھ، ۲۷دیسمبر ۲۰۰٦م (F-333)

۱۵۷۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول، فصل ششم، ص ۸٦

۱۵۸۔ بہارشریعت، حصہ ششم، احرام میں مرد وعورت کا فرق، ص ۳۷

میقات

میقاتی کے لئے حج کے احرام کا مقام

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حِل کا رہنے والا حج کے ارادے سے حِل سے آیا اور اس نے آکر حرم سے حج کا احرام باندھا تو کیا اس پر دم لازم آئے گا یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حِل (یعنی میقات اور حُدودِ حرم کے درمیان) کا رہنے والا جب حج یا عمرہ کی نیت سے آئے تو اُسے حِل سے احرام باندھنا لازم ہو گا، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

بدانکہ کسے کہ در نفس میقاتے از مواقیت متقدمہ یا در مابین مواقیت وحرم سکونت داشتہ باشد، مکان احرام در حق او جمیع ارضِ حِل ست اعنی مابین مواقیت وحرم، برابر ست کہ احرام حج بندد یا احرام عمرہ (۱۵۹)

یعنی، جاننا چاہئے کہ جو شخص مواقیت میں سے کسی میقات پر یا مواقیت اور حرم کے مابین رہتا ہو، اس کے حق میں احرام کا مقام جمیع حِل ہے، میری مراد ہے کہ مواقیت اور حرم کا مابین چاہے حج کا احرام باندھے یا عمرہ کا۔

ان لوگوں کے حق میں افضل یہ ہے کہ اپنے گھروں سے ہی احرام باندھیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

افضل در حق ایشان آنست کہ از دروازۂ خانہ خود احرام بندد (۱۶۰)

یعنی ان کے لئے افضل یہ ہے کہ اپنے گھر کے دروازہ سے احرام باندھیں۔

اور حِل کا رہنے والے کے حق میں احرام کے واجبات سے ہے کہ وہ حِل سے احرام

۱۵۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل دویم، ص ۶۰

باندھے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

واماواجباتِ اِحرام، پس آن نیز دو چیز اند یکے آنکہ احرام بندد از میقات اعنی از مکانے کے معین کردہ شدہ است آن برائے احرام (۱۶۱)

یعنی، پس احرام کے واجبات دو چیزیں ہیں، ان میں سے ایک احرام کا میقات سے باندھنا ہے یعنی وہ مکان کہ جسے احرام کے لئے معین کیا گیا ہے۔

اور حِل کا رہنے والا اگر حج کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ حِل سے احرام نہ باندھے مکہ مکرمہ پہنچ جائے تو وہ گنہگار ہوگا اور اس پر لازم ہے کہ وہ واپس حِل جا کر احرام باندھے اگر وہ ایسا نہ کرے اور حرم سے ہی حج کا احرام باندھ لے اور حج کرلے تو اس پر دم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فعليهم العود إلى وقت أى ميقات شرعى لهم لارتفاع الحرمة، و سقوط الكفارة، فإن لم يعودوا فعليهم الدم و الإثم لازم لهم (۱۶۲)

یعنی، تو ان پر میقات کی طرف لوٹنا لازم ہے یعنی ارتفاعِ حُرمت اور سقوطِ کفّارہ کے لئے انہیں ان کی شرعی میقات کی (لوٹنا لازم ہے) پس اگر نہ لوٹے تو ان پر دَم اور گناہ لازم ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اما چوں ارادہ داشتہ باشد آنہا را واجب ست احرام برایشان برائے دخول حرم، پس اگر ترک کردند آثم گردند لازم باشد برایشان کہ عود نمایند بسوی حِل و احرام بندند از انجا، و اگر عود نکردند واجب گردد دم برایشان (۱۶۳)

یعنی، مگر جب وہ ان کا ارادہ رکھتے ہوں تو ان پر حرم میں داخل ہونے

۱۶۱۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب أول دربيان إحرام، فصل أول، ص ۵۱، ۵۲

۱۶۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب فرائض الحج، فص، ص ۹۵

۱۶۳۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب أول، فصل دويم، بيان مكان إحرام درحق ميقاتی، ص ۶۰

کے لئے احرام واجب ہے، پس اگر ترک کر دیں تو گنہگار ہوں گے، ان پر لازم ہوگا کہ حِل واپس جا کر وہاں سے احرام باندھیں، اگر وہ نہ لوٹے تو ان پر دم واجب ہوگا۔

جب ان میں سے حج یا عمرہ کے ارادہ سے حرم میں آنے والوں کو احرام باندھ کر آنا لازم ہے اور ترک کی صورت میں ان پر دو چیزیں لازم ہوئیں ایک گناہ دوسرا دَم اور دَم تو حل کو واپس جا کر احرام باندھنے سے ساقط ہو جاتا ہے مگر گناہ تو اس کے لئے سچی توبہ کرنا ضروری ہے۔

یاد رہے اس صورت میں اس شخص سے دو واجب ترک ہوئے، ایک بلا احرام حرم میں داخل ہوا اور دوسرا یہ کہ اس حالت میں اس پر حِل لوٹنا واجب ہوا اس نے وہ بھی ترک کیا، یعنی حرم کے اندر سے احرام باندھ لیا، اِس طرح اُس نے دو واجب ترک کیے تو دو دم لازم ہونے چائیں کہ ایک دم بلا احرام دخولِ حرم کی وجہ سے اور دوسرا ترکِ عود کی وجہ سے مگر دو دمِ لازم نہ ہوں گے ایک ہی دم دینا ہوگا، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلّا أنه لا يجب عليه دم آخر بترك هذا الواجب (١٦٤)

یعنی، مگر یہ کہ اس پر اس واجب کے ترک پر دوسرا دم واجب نہ ہوگا۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں حل کو لوٹے تو دَم دینا ہوگا اور اگر حلّ کو لوٹ کر احرام وہاں باندھ لیتا ہے تو دَم ساقط ہو جائے گا اور دونوں صورتوں میں توبہ کرنی ہوگی۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ٢٦ شوال المكرم ١٤٢٧ھ، ١٩ نوفمبر ٢٠٠٦م (253-F)

حرمِ مکہ کی حدود اور اُن کے فاصلے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حرمِ مکہ کی حُدود کون کون سی ہیں اور مسجد الحرام سے ان کا فاصلہ کتنا کتنا ہے؟

(السائل: گل احمد، نور مسجد)

١٦٤ـ المسلك المقتسط في المنسك المتوسط

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: حُدودِحرم کے بارے میں علامہ ابو الولید محمد بن عبداللہ بن احمد ازرقی لکھتے ہیں:

من طريق المدينة دون التنعيم عند بيوت غفار على ثلاثة أميال، و من طريق اليمن طرف إضاء ة لبن في ثنية لبن، على سبعة أميال، و من طريق جدة منقطع الأعشاش على عشرة أميال، و من طريق الطائف على طريق عرفة من بطن نمرة، على أحد عشر ميلاً، و من طريق العراق على ثنية جبل بالمقطع، على سبعة أميال، و من طريق الجعرانة في شعب آل عبدالله بن خالد بن أسيد على تسعة أميال (١٦٥)

یعنی، تنعیم کے علاوہ مدینہ کی راستے بنوغفار کے گھروں کے قریب تین میل کے فاصلے پر ہے، اوریمن کے راستے سے............سات میل کے فاصلے پر ہے، اور جدہ کے راستے پر.........دس میل کے فاصلے پر ہے، اور طائف کے راستے سے عرفہ نمرہ کے بطن سے گیارہ میل کے فاصلے پر ہے، اور عراق کے راستے پر ....سات میل کے فاصلے پر ہے، اور جعرانہ کے راستے سے آل عبداللہ بن خالد بن اسید کی گھاٹی میں نومیل کے فاصلے پر ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پس حد آں طریق مدینہ منورہ بقرب تنعیم است بر سہ میل از مکہ معظّمہ، و از طریق جعرانہ حدِ حرم در شعب عبداللہ بن خالد است بر نہ میل از مکہ، و از طریق جدہ بر دہ میل است، و از طریق طائف حدِ حرم بر عرفات است در بطن عُرنہ بہفت میل از مکہ، و از طریق عراق حدِ حرم بر ثنیہ جبلی است کہ در مقطع ست بر مسافت ہفت میل نیز

١٦٥۔ أخبار مكة، المجلد (٢)، باب ذرع طواف سبع بالكعبة، ذكر حدود الحرم الشريف

یعنی اس کی حدّ مدینہ منوّرہ کے راستے کی طرف سے تنعیم کے قریب مکہ مکرمہ سے تین (شرعی) میل کے فاصلہ تک ہے اور جعرانہ کے راستے سے شعب خالد بن عبداللہ (یعنی خالد بن عبداللہ کی گھاٹی) تک ہے جو مکہ مکرمہ سے نو (شرعی) میل کے فاصلے پر ہے۔ جدّہ کی طرف سے مکہ مکرمہ سے دس (شرعی) میل تک اور طائف کی طرف سے عرفات پر بطنِ عُرنہ تک ہے، یہ فاصلہ مکہ مکرمہ سے سات (شرعی) میل کی مسافت پر ہے۔ اور عراق کی طرف سے ثنیہ پہاڑ پر ہے اور یہ فاصلہ مکہ مکرمہ سے سات شرعی میل کی مسافت پر ہے۔

اور لکھتے ہیں: کما نظم القاضی أبوالفضل النووی بقوله شعر

و للحرم التحدید من أرض طیبة ثلاثة أمیال إذا رمت اتقانه
و سبعة أمیال عراق و طائف و جدة عشر ثم تسع جعرانة
و من یمن سبع بتقدیم سیفها و قد کملت فاشکر لربك إحسانه

یعنی، قاضی ابوالفضل نووی نے حدودِ حرم کو اشعار میں نظم کیا جن کا مفہوم یہ ہے:

یعنی حد حرم مدینہ منورہ کی جانب تین (شرعی) میل تک ہے اور طائف و عراق کی جانب سات (شرعی) میل اور جدّہ کی طرف سے دس (شرعی) میل اور جعرانہ کی طرف سے نو (شرعی) میل اور یمن کی طرف سے سات (شرعی) میل۔(۱۶۶)

اور ابراہیم رفعت پاشا متوفی ۱۳۵۳ھ لکھتے ہیں:

قد ذکر المسافات بینها (حدّ الحرم) و بین المسجد الحرام التقی الفاسی فی کتابه "شفاء الغرام" و نحن نذکرها نقلاً عنه مبینین مقدارها بالأمتار، فحدّ الحرم من جهة الطائف علی طریقه عرفة من بطن عَرَنَة ۲/۷، ۳۷۲۱ ذراع بذراع الید، أی ۱۸۳۳ متر و ذلك

۱۶۶۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیزدهم دربعضے مسائل متفرقه، فصل دهم درمیان تقدیر

من جُدُر باب بنی شیبة إلی العلمین اللذین هما علامة لحدّ الحرم من جهة عرفة، و حدّه من جهة العراق و اللذین هما بجادة وادی نخلة ٢٧٢٥٢ ذراع بذراع الید، و تعادل ١٣٣٥٣/٥ متر، و حدّه من جهة التنعیم و هی طریق المدینة و ما یلیها ١٢٤٢٢٠ ذراع بذراع الید، أی ٦١٤٨ متر و ذلك من بدل باب العمرة إلی أعلام الحرم التی فی الأرض من هذه الجهة لا التی علی الجبل، و حدّه من جهة الیمن من جدر باب إبراهیم إلی علامة حدّ الحرم فی هذه الجهة ٢٤٥٠٩،٤/٧ ذراع بذراع الید، و تعادل ذلك ١٢٠٠٩/٧٥ متر، و علی حدّ الحرم من جهة الجنوب مكان یقال له : أضاءة، و من المغرب بمیل قلیل إلی الشمال قربة الحدیبیة و هی التی تمت بها بیعة الرضوان، و من الشرق علی طریق الطائف مكان یقال له: الجعرانة أحرم النبی ﷺ مرجعه من الطائف بعد فتح مكة (انظر الرسم٨٢) و هذه الدائرة جعلها الله مثابة للناس و أمنا بل أمن فیها الحیوان و النبات محرم التعرض لصیدها و منع أن یختلی خلاها (حشیشها) أو یعضد شوكها (١٦٧)

یعنی، علامہ تقی الفاسی نے اپنی کتاب "شفاء الغرام" میں حُدودِ حرم اور مسجد الحرام کی درمیانی مسافت ذکر کی ہے ہم ان سے نقل کرتے ہوئے اس کی مقدار کو میٹروں میں بیان کرتے ہیں، پس حرم کی حدّ طائف کی جانب عرفات کی راہ سے بَطنِ عُرَنَہ سے ٣٧٢١٠/٧ شرعی گز یعنی ١٨٣٣٣ میٹر اور وہ بابِ بنی شیبہ کی دیواروں سے لے کر ان دو نشانات تک جو عرفات کے جہت سے میں حدِّ حرم کی علامت ہے۔ اور حرم کی حدِ عراق کی جہت سے بابِ بنی شیبہ کی دیواروں سے لے کر ان دو نشانات تک جو راہِ عراق میں حدِ حرم کی علامت ہیں اور وہ دونوں وادیٔ نخلہ میں ہے ٢٧٢٥٢ شرعی گز ہے جو ١٣٣٥٣/٥ میٹر کے برابر ہے اور حرم

١٦٧ مرءآة الحرمین، مواقیت و أعلام الحرم، ص ٢٢٥

کی حدّ جہت تنعیم میں اور وہ مدینہ کا راستہ ہے اور جو علاقہ اس سے ملا ہوا ہے ۱۲۴۲۲۰ ہاتھ ہے یعنی ۶۱۴۸ میٹر اور یہ فاصلہ بابُ العُمرہ کی دیواروں سے لے کر حرم کی ان علامات تک ہے جو زمین میں ہیں نہ کہ جو پہاڑ پر ہیں اور حرم کی حدّ جہتِ یمن میں بابِ ابراہیم کے دیواروں سے لے کر اس علامت تک جو اس جہتِ میں حدِّ حرم کی علامت ہے ۷/۴، ۲۴۵۰۹ ہاتھ ہے جو کہ ۷/۵۷ ۱۲۰۰۹ میٹر کے برابر ہے جنوب کی طرف جانب حرم کی حدّ وہ جگہ ہے جسے اُضاءۃ کہا جاتا ہے اور مغرب کی سمت میں ایک میل سے کم شمال کی جانب قریۂ حدیبیہ ہے یہ وہی جگہ ہے جہاں بیعۃ الرضوان مکمل ہوئی اور مشرق کی جانب طائف کے راستے پر ایک جگہ ہے جسے جعرانہ کہا جاتا ہے یہیں سے نبی ﷺ نے فتح مکہ کے بعد طائف سے لوٹتے ہوئے احرام باندھا، یہی وہ دائرہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنایا بلکہ اس میں حیوان ونباتات امن والے ہوگئے، پس حرم کے شکار سے تعرض حرام ہے اس کے گھاس کو اکھاڑنا اور کانٹے کو توڑنا ممنوع ہے۔

اور شیخ الیاس عبدالغنی نے لکھا ہے کہ حرم کے رقبہ کا دائرہ ۱۲۷ کلومیٹر ہے اور کل رقبہ ساڑھے پانچ سو مربع کلومیٹر ہے (۱۶۸) اور مسجد حرام اور حدودِ حرم کے مابین مسافت کا تقریبی اندازہ جدید پیمانے میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے:

تنعیم (مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا) سے ۵، ۷ کلومیٹر

نخلہ سے ۱۳ کلومیٹر

اُضاءۃ لبن سے ۱۳ کلومیٹر

جعرانہ سے ۲۲ کلومیٹر

حدیبیہ سے ۲۲ کلومیٹر (شمیسیہ یا شمیسی اس گاؤں کا جدید نام ہے)

عرفات سے ۲۲ کلومیٹر۔ (۱۶۹)

بظاہر حدودِ حرم مختلف ادوار کے علماء نے جو بیان فرمائیں وہ مختلف ہیں لیکن حقیقت میں

۱۶۸۔ تاریخ مکہ مکرمہ، حرم مکہ کی حدود، ص ۱۵

۱۶۹۔ تاریخ مکہ مکرمہ، ص ۱۶

مختلف ادوار میں کعبہ معظّمہ سے حدّ حرم تک موجود راہ میں گھاٹیوں اور پہاڑیوں کی موجودگی و عدم موجودگی کے سبب اور جدید راستوں کے ملنے یا بننے پر راہ کی مسافتیں کم یا زیادہ ہونے کے سبب مختلف نظر آتی ہیں، حقیقت میں حدودِ حرم وہی ہیں جو رسالت مآب نے بیان فرمائیں، اور وہ ہر سمت پر نشان زدہ ہیں، جسے مختلف ادوار کے علماء نے اپنے دَور کے اندر پیمانہ ناپ کر بیان فرمائیں، جو ہمیں مختلف نظر آتی ہیں۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الأربعة، ۸شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱نوفمبر ۲۰۰۶ م (236-F)

مزدلفہ وعرفات حُدودِ حرم میں ہیں یا خارج

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا مزدلفہ اور عرفات حُدودِ حرم میں داخل ہیں؟

(السائل: عرفان ضیائی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مزدلفہ حُدودِ حرم میں داخل ہے جب کہ عرفات حُدودِ حرم سے خارج ہے کیونکہ عرفات کی طرف حرم کی حدّ بطنِ عُرَنَہ تک ہے۔ کیونکہ منیٰ مکہ کے مشرق میں مائل بجنوب ہے اس سے آگے مشرق کی جانب مزدلفہ ہے اور اس سے آگے عرفات ہے۔ امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۶۷ھ لکھتے ہیں:

منى خارج مكة من جانب الشرقي تميل إلى الجنوب قليلاً، و مزدلفة فوق منى من الجانب الشرقي أيضاً، و عرفات فوق مزدلفة من الجانب الشرقي أيضاً تميل إلى الجنوب (۱۷۰)

یعنی، منیٰ مکہ مکرمہ سے خارج مشرق کی جانب مائل بجنوب ہے اور مزدلفہ منیٰ سے اوپر (کی طرف) ہے، وہ بھی مشرق کی جانب ہے اور عرفات مزدلفہ سے اوپر (کی طرف) ہے وہ بھی مشرق کی جانب مائل

۱۷۰۔ إثارة الترغيب و التشويق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون في ذكر ما جاء في بناء

بجنوب ہے۔

اور اس جانب حرم کی حد بطنِ عُرَنَہ ہے جیسا کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وازطریق طائف حدِّ حرم برعرفات است دربطن عُرنۃ (۱۷۱)

یعنی، طائف کے راستے سے حدِّ حرم عرفات پر ہے بطنِ عُرَنَہ میں۔

اور شیخ ابراہیم رفعت پاشا متوفی ۱۳۵۳ھ نے "شفاء الغرام" کے حوالے سے نقل کیا ہے:

فحدّ الحرم من جهة الطائف على طريق عرفة من بطن عُرنة (۱۷۲)

یعنی، پس حرمِ مکہ کی حد طائف کی جانب عرفات کے راستے پر بطنِ عُرَنَہ ہے۔

تو جب اس جانب حدِ حرم بطنِ عُرَنَہ ہے جو کہ عرفات سے متصل ہے تو ظاہر ہے کہ مزدلفہ حُدودِ حرم میں ہے اور عرفات خارج

اور علامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

تمام مکہ مکرمہ، منیٰ، مزدلفہ یہ سب حرم کی حدود کے اندر ہیں البتہ عرفات داخل حرم نہیں۔ (۱۷۳)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱۷ نوفمبر ۲۰۰۶م (F-250)

کیا حدیبیہ، تنعیم اور جعرانہ حدودِ حرم میں ہیں؟

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ حرم میں ہے یا خارج از حرم ہے؟

۱۷۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیزدھم در بعضے مسائل متفرقۃ، فصل دھم در بیان تقدیر حدود حرم مکۃ معظمۃ، ص ۲۸۳

۱۷۲۔ مرءآۃ الحرمین، المجلد (۱)، مواقیت و أعلام الحرم، ص ۲۲۵

(۲) حرم کی حدود کیا ہیں؟

(۳) منیٰ، مزدلفہ، حدیبیہ، عرفات، تنعیم اور جعرانہ میں سے کون کون سے مقامات حرم میں ہیں؟ بینوا و توجروا

(السائل: محمد عرفان قادری، نور مسجد کاغذی بازار، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: (۱) مزدلفہ حرم کی حدّ کے اندر ہے چنانچہ علامہ سید محمود احمد رضوی لکھتے ہیں: ''عرفات خارج از حرم ہے، قریش زمانۂ جاہلیت میں عرفات میں وقوف نہیں کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے ہم اَہْلُ اللہ ہیں، حرم سے باہر کیوں جائیں، اس کی جگہ وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے جو حرم کی حدّ کے اندر ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ الآية (۱۷۴)

ترجمہ: ''اے قریشیو! تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے لوگ واپس ہوتے ہیں'' (۱۷۵)

اور علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

إن قريشاً كانوا يقولون نحن أهل الله فلا نخرج من الحرم و كان غيرهم يقفون بعرفة و عرفة خارج الحرم فبين الله تعالىٰ فی قوله (ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاس) و فيه و كانوا يقولون عزتنا بالحرم و سكنانا فيه و نحن جيران الله فلا نرى الخروج عنه إلى الحل عند وقوفنا فی الحج الخ (۱۷۶)

یعنی، قریش (زمانۂ جاہلیت میں) کہتے ہم اَہْلُ اللہ ہیں لٰہذا ہم حرم سے نہیں نکلیں گے اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ عرفات میں وقوف کرتے اور عرفات حرم سے باہر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں فرمایا کہ

۱۷۴۔ البقرة: ۱۹۹/۲

۱۷۵۔ فیوض الباری شرح بخاری، المجلد (۳)، حصه هفتم، ص ۹

۱۷۶۔ عمدة القاری، کتاب الحج، باب الوقوف بعرفة، المجلد (۷)، ص ۲۵۵

”اے قریشیو! تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے لوگ واپس ہوتے ہیں“۔ اسی میں ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہماری عزت حرم کے ساتھ ہے اور ہماری رہائش حرم میں ہے اور ہم اللہ کے گھر کے پڑوسی ہیں تو ہم حج میں وقوف کے وقت حِل کی طرف نکلنا اچھا نہیں سمجھتے۔

اور علامہ شمس الدین تمرتاشی حنفی لکھتے ہیں: و یستحب أن یأتیها ماشیاً (تنویر الأبصار) اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أی إذا قرب منها یدخلها ماشیاً تأدّباً و تواضعاً لأنها من الحرم (۱۷۷)

یعنی، مستحب ہے کہ مزدلفہ پیدل آئے یعنی جب مزدلفہ کے قریب پہنچے تو ادب اور تواضع کے لئے پیدل داخل ہو کیونکہ مزدلفہ حرم سے ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ مزدلفہ حدِ حرم کے اندر ہے۔

(۲) حُدودِ حرم یہ ہیں:

۱۔ **تنعیم:** آج کل یہ مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام سے معروف ہے اور یہ مسجد الحرام سے شمال کی جانب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ روڈ پر واقع ہے، اور حُدودِ حرم میں سے یہ قریب ترین حدّ ہے۔

۲۔ **جعرانہ:** آج کل اس جگہ ایک بستی ہے جو وادیٔ سرف کے شروع میں ہے اور یہاں ایک مسجد ہے جس سے عمرہ کرنے والے احرام باندھتے ہیں اور یہ مسجد الحرام سے شمال مشرقی سمت میں ہے۔

۳۔ **حدیبیہ:** مکہ جدّہ کی قدیم شاہراہ پر ایک مقام ہے، آج کل یہ جگہ شمیسی کے نام سے معروف ہے، یہ مسجد الحرام کی مغربی سمت میں ہے بقول صاحبِ ہدایہ کے اس کا کچھ حصہ حرم میں ہے، اس جگہ ایک نئی مسجد تعمیر کی گئی ہے اور ایک قدیم مسجد کے آثار بھی ملتے ہیں۔

۴۔ **نخلہ:** یہ مقام مکہ اور طائف کے درمیان ہے جو مسجد الحرام سے مشرق اور شمال کی سمت حرم

۱۷۷۔ رد المحتار، المجلد(۲)، کتاب الحج، فصل فی الإحرام و صفة المفرد بالحج، مطلب: فی إجابة الدعاء، ص ۵۰۸

کی حدّ ہے۔

۵۔ اضاءۃ لبن: یہ ایک جھیل نما مقام ہے جو مسجد الحرام کی جنوبی سمت میں حرم کی حدّ ہے آج کل یہ جگہ عقیشیہ کے نام سے معروف ہے۔

جبکہ عرفات حُدودِ حرم سے خارج ہے، مسجد الحرام کی مشرقی سمت میں مائل بجنوب واقع ہے۔

اور قاضی ابو الفضل نووی نے مدینہ منورہ، عراق، طائف، جدہ، جعرانہ اور یمن کی جانب کو مسجد الحرام سے حرم کی حدّ کا فاصلہ اس وقت کی پیمائش کے پیمانے سے ذکر کیا ہے چنانچہ وہ فاصلہ یہ ہے:

......مدینہ منورہ کی جانب سے تین میل ......عراق کی جانب سے سات میل

......طائف کی جانب سے سات میل ......جدہ کی جانب سے دس میل

......جعرانہ کی جانب سے نو (۹) میل ......یمن کی جانب سے سات میل

اور قاضی ابو الفضل نے اسے ایک شعر میں بیان کیا اور وہ شعر مندرجہ ذیل ہے:

و للحرم التحدید من أرض طیبة ثلاثة أمیال إذا رمت اتقانه

و سبعة أمیال عراق و طائف و جدة عشر ثم تسع جعرانه

و من یمن سبع بتقدیم سینها و قد کلمت فاشکر لربک احسانه (۱۷۸)

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

پس حد آن طریق مدینہ منورہ بقرب تنعیم است بر سہ میل از مکہ معظّمہ واز طریق جعرانہ حد حرم در شعب آل عبد اللہ بن خالد است بر نہ میل از مکہ و از طریق جدہ بر دہ میل است واز طریق طائف حد حرم بر عرفات است در بطن عرنہ بہفت میل از مکہ واز طریق عراق حد حرم بر ثنیہ جبلی است کہ در قطع است بر مسافت ہفت میل۔ (۱۷۹)

۱۷۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۳۸۳

۱۷۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۲۸۳

یعنی، پس حرم کی حدِّ طریق مدینہ منورہ سے تین میل ہے مکہ معظّمہ سے اور طریق جعرانہ سے حدِ حرم شعب عبداللہ بن خالد میں ہے بطن عَرَنَہ میں سات میل مکہ سے اور طریق عراق سے حدِّ حرم ثنیہ پر ہے جو ایک پہاڑ ہے جو سفر کے لحاظ سے سات میل ہے۔

(۳) منیٰ حرم میں ہے، چنانچہ علامہ علامہ ابوالحسن علی بن اَبی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأن السنّة جرت فی الحج بالحلق بمنی و هو من الحرم (۱۸۰)

یعنی، کیونکہ حج میں منیٰ میں حلق کرنے کی عادت جاری ہے اور منیٰ حرم سے ہے۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

من الحرم علی فرسخ من مکة (۱۸۱)

یعنی، منیٰ حرم کا ایک قریہ ہے مکہ سے ایک فرسخ پر ہے۔

...... مزدلفہ حرم میں ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنها من الحرم المحترم (۱۸۲)

یعنی، کیونکہ مزدلفہ حرم محترم سے ہے۔

...... حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں ہے اور باقی حِل میں، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن اَبی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

و بعض الحدیبیة من الحرم (۱۸۳)

۱۸۰۔ الهدایة، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل من طاف الخ، ص۱۸۲

۱۸۱۔ الدر المختار، المجلد(۲) کتاب الحج، فصل فی الإحرام و صفة المفرد بالحج، ج ص۵۰۳

۱۸۲۔ رد المحتار عی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، فصل فی الإحرام وصفة المفرد بالحج، مطلب: إجابة الدعاء، ص۵۰۳

۱۸۳۔ الهدایة، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل: من طاف طواف القدوم الخ، ص۱۸۲

یعنی، حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں ہے۔

......عرفات حدودِ حرم سے باہر ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن أبی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

لأن أدا الحج فی عرفة و هی فی الحل (الهداية) قال العينی فی شرحه: و الحال أن عرفة فی الحل، و قال لأنها خارجة عن حد الحرم (١٨٤)

یعنی، حج کی ادائیگی عرفات میں ہے اور وہ حِل میں ہے، علامہ عینی نے اس کی شرح میں فرمایا: حالانکہ عرفات حل میں ہے اور فرمایا کہ وہ حدِّ حرم سے خارج ہے۔

......تنعیم حدِّ حرم سے خارج ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن أبی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

و أمر أخا عائشة أن يعمّرها من التنعيم، و هی فی الحل (١٨٥)

یعنی، نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کو حکم فرمایا کہ انہیں تنعیم سے عمرہ کرائے اور وہ حِل میں ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

هو موضع قريب من مكة عند مسجد عائشة رضی الله عنها، و سمی تنعيماً لأن يمينه جبلاً يقال له نعيم و عن شماله جبل يقال له ناعماً (١٨٦)

یعنی، تنعیم مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک جگہ ہے اور اس کا نام تنعیم اس لئے رکھا گیا کہ اس کی بائیں طرف ایک پہاڑ ہے جسے نعیم اور دائیں طرف ایک پہاڑ ہے جسے ناعم کہا جاتا ہے۔

......جعرانہ حدِّ حرم سے خارج ہے، چنانچہ مفتی محمد وقارالدین لکھتے ہیں:

(عمرہ کے) احرام کے لئے حرم سے باہر (حقیقۃً یا حکماً مکی کے واسطے)

١٨٤ـ البناية فی شرح الهداية للعينی، المجلد (١)، الجز (٢)، كتاب الحج، فصل فی المواقيت، ص١٤١٧

١٨٥ـ الهداية، كتاب الحج، فصل فی المواقيت، ص١٤٨

[illegible] كتاب الحج، فصل فی المواقيت، ص١٤٠٧

قریب ترین میقات (یہاں میقات سے مراد حدّ حرم ہے نہ کہ حدّ حِل)
''تنعیم'' ہے اور سب سے دور میقات ''جعرانہ'' ہے۔(۱۸۷)

اور حضور ﷺ نے طائف سے واپسی پر جعرانہ سے احرام باندھا تھا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جعرانہ حدودِ حرم سے باہر ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۷ شوّال ۱۴۲۱ھ، ۱۳ ینایر ۲۰۰۱م (F-267)

وادئ عُرَنہ حُدودِ حرم میں ہے یا نہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فقہاء کرام کی عبارات میں ہے کہ ''وادئ عُرنہ عرفات سے خارج ہے'' اگر عرفات سے خارج ہے تو کیا حُدودِ حرم سے بھی خارج ہے یا نہیں؟ عرفات کی مسجد کہاں ہے، عرفات میں ہے یا اس سے باہر؟

(السائل: حافظ محمد فاروق، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: وادئ عُرَنہ مکہ مکرمہ کی ایک وادی ہے اور مسجد نمرہ کا اگلا حصہ اس وادی میں ہے اور یہ حُدودِ عرفات اور حُدودِ حرم دونوں سے باہر حِل میں واقع ہے، حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اس وادی میں مشہور ترین خطبہ ارشاد فرمایا، جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے معروف ہے، اس اعتبار سے اس وادی کی شان نرالی ہے، اسی طرح ''تاریخ مکہ'' (ص ۱۳۰) میں ہے۔

اور علامہ حسن بن محمد سعید عبد الغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

و قال العلامة طاهر سنبل فی حواشه المسمّاة "ضياء الأبصار" عند قول صاحب الدر المختار: "عرفات كلّها موقف إلا بطن عرفة بفتح الراء و ضمها وادٍ من الحرم غربی مسجد عرفة" ما نصّه قوله واد من الحرم فيه نظر، فإن المشاهدة تقتضى

خلاف ذلك...... ثم رأيت في "الروضة" للإمام الناطفي ما

نصّه: و عُرنة ليست من عرفة، عُرنة و عرفة ليستا من الحرم

یعنی، علامہ طاہر سنبل حنفی نے "ضياء الأبصار" کے نام سے لکھے ہوئے

اپنے حواشی میں صاحبِ درمختار کے قول کہ ''پورا عرفات وقوف کی جگہ

ہے سوائے بطنِ عُرنہ کے اور عُرنہ مسجد عرفہ کی مغربی جانب ایک وادی

ہے''، صاحبِ دُر نے جو اپنے قول میں تصریح کی کہ ایک وادی ہے اس

میں نظر (وفکر) ہے، پس بے شک مشاہدے کا تقاضا اس کے خلاف ہے

(یعنی وہ حرم سے نہیں ہے)۔

اور وادی عُرَنہ کے عرفات سے خارج ہونے پر عباراتِ مُتون سے استدلال کرتے

ہوئے لکھتے ہیں:

ففيها (أي عبارات المتون): ثم صلّ بعد زوال الظهر و العصر

الخ...... ثم رح بعد الجمع إلى الموقف، فدلّ على أن موضع الجمع

ليس من الموقف و صرّح به في "غاية البيان" بأنه ليس من عرفة، و

كذا في "غاية السروجي" كما في "المنسلك الكبير" (۱۸۸)

یعنی، پس مُتون کی عبارت میں ہے کہ پھر زوال کے بعد ظہر اور عصر پڑھ

الخ...... پھر جمع بین الصلاتین کے بعد وقوف کی جگہ کی طرف جا۔ تو

مُتون کی عبارت نے اس بات پر دلالت کی کہ جمع بین الصلاتین کی جگہ

(یعنی بطنِ عُرنہ) وقوف کی جگہ نہیں ہے اور "غاية البيان" میں اس کی

تصریح کی کہ وہ وادی عرفات میں (شامل) نہیں ہے، اسی طرح "غاية

السروجي" میں ہے جیسا کہ "منسك كبير" میں ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ عرفات کی مسجد پوری کی پوری نہ خارج عرفات ہے اور نہ

۱۸۸۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب الوقوف بعرفات فصل في الجمع بين الصلاتين بعرفة، ص ۲۱۲۔۲۱۳

داخل چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و هو (أی مسجد نمرة) فی أواخر عرفات بقربها بل قیل إن بعضها منها (۱۸۹)

یعنی، مسجد نمرہ عرفات کے آخر میں اس کے قریب ہے بلکہ کہا گیا کہ اس کا کچھ حصہ عرفات میں ہے۔

اور مناسک ملا علی قاری کے حاشیہ میں علامہ حسین بن محمد سعید عبد الغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

جزم صاحب الغاية بأن مسجد عرفة لیس من عرفات، و قال الطرابلسی، قیل: مقدم هذا المسجد فی طرف وادی عُرنة لا فی عرفات (۱۹۰)

یعنی، صاحب غایہ نے اس بات پر جزم کیا کہ مسجد عرفہ عرفات میں نہیں ہے اور طرابلسی نے فرمایا کہ اس مسجد کا اگلا حصہ وادیٔ عُرنہ میں ہے نہ کہ عرفات میں۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱٤ ذی القعدة ۱٤۲۷ھ، ٦ دیسمبر ۲۰۰٦م (272-F)

مکہ سے جعرانہ زیارت کے لئے جانے والوں کے احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیارات کے لئے جانے والے حاجیوں نے دیگر زیارات سے فارغ ہو کر جعرانہ جانے کا پروگرام بنایا، ان میں سے ایک حاجی چاہتا ہے کہ میں وہاں جاؤں اور عمرہ نہ کروں کیونکہ بڑھاپے اور بیماری کے سبب

۱۸۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب الوقوف بعرفات فصل فی الجمع بین الصلاتین بعرفة، ص ۲۱۲

۱۹۰۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری، باب الوقوف بعرفات، فصل فی الجمع بین الصلاتین بعرفة، ص ۲۱۲

اس کے لئے عمرہ ادا کرنا مشکل ہے، کیا شرعاً اس شخص کو اجازت ہے کہ وہ ایسا کرے۔

(السائل: محمد رضوان ہارون، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ جعرانہ حُدودِ حرم سے تو خارج ہے مگر میقات کے اندر ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وهستند تنعیم وجعرانه هر دو در ارضِ حِلّ وخارج از ارضِ حرم(۱۹۱)

یعنی، تنعیم اور جعرانہ دونوں زمینِ حِل میں ہیں اور زمینِ حرم سے خارج ہیں۔

حج یا عمرہ کے ارادے کے بغیر مکہ مکرمہ یا سرزمینِ حرم آنے والے پر حج یا عمرہ کا احرام اس وقت لازم ہوتا ہے جب وہ پانچوں میقاتوں میں سے کسی میقات کے باہر سے آئے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر آفاقی عبور کند برین مواقیت مذکورہ وارادہ داشتہ باشد دخولِ مکہ یا دخولِ ارضِ حرم را واجب گردد بروی ادائے احد النسکین اعنی حج یا عمرہ، وواجب شود بروئے احرام برائے آن(۱۹۲)

یعنی، آفاقی اگر مواقیت مذکورہ میں سے کسی میقات کو عبور کرے اور مکہ مکرمہ یا ارضِ حرم میں داخل ہونے کا قصد رکھتا ہو اس پر دو نُسک یعنی، حج یا عمرہ میں سے کوئی ایک واجب ہوگا اور اس پر اس نُسک کا احرام باندھنا واجب ہوگا۔

صورت مسئولہ میں حاجیوں کا پروگرام جعرانہ جانے کا ہے اور جعرانہ میقات کے اندر زمینِ حِلّ میں ہے لہٰذا اس پر وہاں سے احرام باندھ کر آنا واجب نہیں ہے کیونکہ ارضِ حِلّ سے آنے والے کے لئے بلا احرام زمینِ حرم یا مکہ مکرمہ آنا جائز ہے جب کہ وہ حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

۱۹۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دویم درمیان مواقیت احرام، ص ٦٢

۱۹۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل دویم، ص ۵۸

وجائز ست مرایشان را دخول مکہ ودخول ارضِ حرم بغیر احرام چون ارادہ نداشتہ باشد حج وعمرہ را (١٩٣)

یعنی، ان کو مکہ مکرمہ یا زمینِ حرم میں بلا احرام داخلہ جائز ہے جب وہ حج اور عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

مکہ والے اگر کسی کام سے بیرونِ حرم جائیں تو انہیں واپسی کے لئے احرام کی حاجت نہیں اور میقات سے باہر جائیں تو اب بغیر احرام کے واپس آنا انہیں جائز نہیں۔ (١٩٤)

لہٰذا صورت مسئولہ میں زائر کا نفلی عمرہ کی غرض سے احرام باندھنا جائز ہے بلکہ افضل ہے اور اگر کسی عذر کی بناء پر یا بلا عذر احرام نہیں باندھتا تو اسے رخصت ہے کیونکہ اس پر احرام واجب نہیں جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں مذکور ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٢٣ ذی القعدة ١٤٢٧ھ، ١٤ دیسمبر ٢٠٠٦م (F-291)

مدینہ منورہ سے براستہ طائف بغیر احرام مکہ آنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم مدینہ منورہ میں رہتے ہیں یہاں کی حکومت حج کی اجازت نہیں دے رہی اور مدینہ منورہ سے ہم سیدھے مکہ مکرمہ بھی نہیں آسکتے، ہمارا ارادہ ہے کہ ہم میاں بیوی طائف جائیں گے وہاں ایک رات ٹھہرنے کے بعد مکہ مکرمہ آئیں گے اور حج ادا کریں گے، کیا طائف سے بلا احرام مکہ مکرمہ آسکتے ہیں یا نہیں، اگر نہیں آسکتے تو احرام پہن کر وہاں سے ہم مکہ کو آنہیں سکتے، ہم وہاں سے حج کی نیت کرلیں اور اپنے سادہ کپڑوں میں ہی مکہ آجائیں یہاں آکر احرام کے کپڑے

١٩٣۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب: ص ٦٠

١٩٤۔ بہار شریعت، حصہ ششم، حج کا بیان، میقات کا بیان، ص ٤٥٣

پہن لیں تو ہم پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: ظفر حسین، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ طائف میقات سے باہر ہے اور طائف کی جانب میقات ''قرن المنازل'' ہے اور طائف کے راستے سے آنے والوں کی یہی میقات ہے، اگر کوئی یہاں سے مکہ مکرمہ بغیر احرام کے آجائے تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ دوبارہ میقات جائے اور احرام باندھ کر آئے، اگر نہیں جاتا اور مکہ مکرمہ سے ہی حج کا احرام باندھ لیتا ہے اور حج کرتا ہے تو اس پر دم لازم آئے گا۔ اور اگر احرام تو میقات سے باندھتا ہے مگر سلے ہوئے کپڑے نہیں اُتارتا تو یاد رکھنا چاہئے احرام دو چادریں پہن لینے سے نہیں ہوتا بلکہ نیتِ احرام کے بعد تلبیہ کہہ لینے سے ہوتا ہے اور وہ انہوں نے کرلیا لہٰذا احرام کی نیت درست ہوگئی اور پھر اگر احرام کی نیت سے لے کر سلے ہوئے کپڑے اُتارنے تک اگر بارہ گھنٹے گزر جائیں تو دم لازم آجاتا ہے اور اگر اس سے قبل اُتار دیتا ہے اور احرام کی بے سلی چادریں پہن لیتا ہے تو اس پر صدقہ لازم ہوگا۔ اور عورت کا حکم یہ ہے کہ اُسے سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ممانعت نہیں ہے، اس کے لئے سلے ہوئے کپڑے پہننا افضل بلکہ ضروری ہے:

لأن بناء حالها على الستر لقوله ﷺ: "اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ مَسْتُوْرَةٌ" (١٩٥)

یعنی، کیونکہ عورت کے حال کی بنا پردے پر ہے اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''عورت عورتِ مستورہ ہے''۔

لأن فی ترك ذلك ظهور عورتها، و المرأة عورة مستورة بالنّص (١٩٦)

یعنی، کیونکہ اس کے ترک میں اس کی عورت کا ظاہر ہونا ہے حالانکہ عورت عورتِ مستورہ ہے۔

اسے صرف چہرے کو چُھپانا ممنوع ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

١٩٥۔ المسالك فی المناسك: ١/٣٢٦

جائز نیست محرم را پوشیدن تمام روی یا بعض آن اگر چہ محرم مرد باشد یا زن(۱۹۷)

یعنی، مُحرِم کو تمام چہرہ یا اس کے کچھ حصے کو چُھپانا جائز نہیں اگر چہ مُحرِم مرد ہو یا عورت۔

اور ہدایہ، عنایہ اور فتح القدیر (۲/۳۴۶۔۳۴۷) میں مذکور حدیث شریف میں ہے:

"إِحرَام الْمَرأَةِ فِی وَجْھِھَا"

یعنی، عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔

لہٰذا اگر وہ چہرے کو ممنوع طریقے سے چُھپاتی ہے اور مکہ مکرمہ آ کر کھولتی ہے تو دیکھا جائے گا کہ چہرے کے چُھپانے کو بارہ گھنٹے گزرے ہیں یا اس سے کم تو پہلی صورت میں دم اور دوسری صورت میں صدقہ دینا ہوگا اور اگر ممنوع طریقے پر نہیں چُھپاتی تو کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما پوشیدن روئے بعد از احرام پس جائز نیست زن را چنانکہ جائز نیست مرد را پس اگر بپوشد زنی روئے خود را بہ برقع لازم آید بروی اثم و کفارہ و لیکن اگر بپوشد زنے روئے خود را برقع و مانند آن و دُور دارد آن را از مساس روئے خود بچوبی یا بغیر آن جائز بود بلکہ مستحب باشد علی ما صرّح بہ فی "فتح القدیر" (۱۹۸)

یعنی، مگر احرام کے بعد چہرے کو ڈھانپنا عورت کو جائز نہیں جیسا کہ مرد کو جائز نہیں، پس اگر کوئی عورت اپنے چہرے کو برقع سے ڈھانپ لے تو اس پر گناہ اور کفارہ لازم آئے گا لیکن اگر کسی عورت نے اپنے چہرے کو برقع اور اس کی مثل کسی چیز سے ڈھانپا اور کپڑے کو کسی لکڑی یا کسی اور چیز کے ذریعے اپنے چہرے سے مَس ہونے سے دُور رکھا تو جائز ہے

۱۹۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل ششم دربیان محرمات احرام الخ، ص ۸۶

۱۹۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل پنجم، در بیان کیفیت احرامِ زن، ص ۸۱

بلکہ مستحب ہے، اس بنا پر جس کی تصریح صاحب فتح القدیر نے "فتح القدیر" میں کی ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۳ذوالحجة ۱۴۲۷ھ، ۲۳دیسمبر ۲۰۰۶م (325-F)

جدہ جاکر واپس آنے والے کے احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ حجاج کرام کا ارادہ مکہ مکرمہ سے جدّہ جانے کا ہے کیا واپسی پر ان کو احرام باندھ کر آنا ضروری ہے یا بغیر احرام کے بھی آسکتے ہیں؟

(السائل: C/O سید محمد ہاشم شاہ نعیمی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ان حجاج کرام پر لازم نہیں کہ وہ احرام باندھ کر جدّہ سے مکہ آئیں کیونکہ جدّہ حِل میں ہے نہ کہ میقات سے باہر، اور میقات کے باہر سے آنے والے قاصدِ مکہ یا حرم پر واجب ہوتا ہے کہ وہ میقات سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور حِل میں یا میقات پر یا حدودِ حرم میں رہنے والے پر احرام باندھ کر آنا واجب نہیں ہوتا بشرطیکہ وہ حج یا عمرہ کی نیت سے نہ آئے ہوں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

جائزست مرا ایشان را دخول مکہ ودخول حرم بغیر احرام چوں ارادہ نداشتہ باشد حج وعمرہ را (۱۹۹)

یعنی، ان لوگوں کے لئے (یعنی جو حل یا میقات پر رہتے ہوں) بلا احرام دخول مکہ اور دخول حرم جائز ہے جب کہ حج وعمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۵ذوالحجة ۱۴۲۷ھ، ۲۵دیسمبر ۲۰۰۶م (327-F)

۱۹۹۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالہ، فصل دویم در بیان مواقیت احرام حج و عمرہ، ص ۶۰

بغیر احرام حرم میں داخل ہونے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پاکستان سے عمرہ کرنے کے ارادہ سے مکہ مکرمہ آیا اس نے وہیں سے عمرہ کا احرام باندھا تھا مکہ مکرمہ آ کر عمرہ ادا کیا پھر مدینہ منورہ چلا گیا وہاں سے واپس مکہ بغیر احرام کے آیا، یہاں اس نے کوئی عمرہ بھی ادا نہ کیا اس طرح وہ جدہ وہاں سے کراچی پاکستان چلا گیا، اس صورت میں اس پر کوئی دم وغیرہ لازم ہوگا یا نہیں؟

(السائل: قدوائی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: آفاقی جب بھی مکہ مکرمہ یا حرم میں داخل ہونے کے ارادے سے میقات سے گزرے گا تو اس پر واجب ہوگا کہ وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھے، اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ بغیر احرام کے مکہ آجاتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ میقات کو لوٹے اور حج یا عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ آکر اُسے ادا کرے، اگر وہ ایسا بھی نہیں کرتا تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو اس نے حل سے احرام باندھ کر عمرہ کیا ہوگا یا عمرہ ہی نہ کیا ہوگا اور وطن واپس لوٹ گیا جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے تو اس پر دم متعین ہو جائے گا اور دم حُدودِ حرم میں دینا ضروری ہے لہٰذا وہ خود آئے یا کسی کو اپنا وکیل بنا دے کہ وہ حرم کی حُدود میں اس کی طرف سے دم دے دے۔ چنانچہ ملا رحمت اللہ سندھی حنفی "لباب المناسک" میں اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"ومن دخل" أی من أهل الآفاق "مکة" أو الحرم "بغیر إحرام فعلیه أحد النسکین" أی من الحج أو العمرة، و کذا علیه دم المجاوزة أو العود "فإن عاد إلی میقات من عامه فأحرم" بحج فرض "أی أداء"، أو قضاء أو نذر أو عمرة نذر "أو قضاء"، و کذا عمرة سنة و مستحبة "سقط به" أی بتلبیته للإحرام من

الوقت "ما لزمه بالدخول من النسك" أي الغير المتعين، "و دم المجاوزة و إن لم ينو" أي بالإحرام "عما لزمه" أي بالخصوص لأن المقصود تحصيل تعظيم البقعة، و هو حاصل في ضمن كل ما ذكر، و هذا استحسان، و القياس أن لا يسقط و لا يجوز إلا أن ينوي ما وجب عليه للدخول، وهو قول زفر: كما لو تحوّلت السنّة، فإنه لا يجزيه إلا بالاتفاق عما لزمه إلا بتعيين النية، و لعل الفرق بين الصورتين عند الأئمة الثلاثة أن السنة الأولى كالمعيار لما التزمه، فيندرج في ضمن مطلق النية و مقيدها بخلاف السنة القابلة لأنها ليست لما ذكرناه قابلة (۲۰۰)

یعنی، اہلِ آفاق میں سے جو مکہ یا حرم بغیر احرام کے داخل ہوا تو اس پر دو نُسُک یعنی حج وعمرہ میں سے ایک لازم ہے، اور اسی طرح بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا دم یا میقات کو احرام کے لئے لوٹنا لازم ہے، پس اگر وہ اُسی سال میقات کو لوٹا پھر وہاں سے حج فرض اداء، یا قضاء یا نذر یا عمرہ نذر یا قضاء کا احرام باندھا، اسی طرح عمرہ سنّت یا عمرہ مستحبہ کا احرام باندھا تو میقات سے احرام کی تلبیہ کہنے سے اس پر جو غیر متعین نسک (حج یا عمرہ) داخل ہونے کے سبب لازم ہوا تھا وہ ساقط ہو گیا اور بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا دم (بھی) ساقط ہو گیا اگرچہ اس نے اسی احرام میں خصوصاً اُسی کی نیت نہ کی ہو جو اسے لازم ہوا، کیونکہ مقصد تو (اس) خطہ کی تعظیم کا حصول ہے اور وہ سب (یعنی حج وعمرہ، اداء و قضاء، نذر و سنّت) کے ضمن میں حاصل ہو جاتا ہے اور یہ استحسان ہے

۲۰۰۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، فصل في مجاوزة الميقات بغير احرام، ص ۹۸

اور قیاس یہ ہے کہ ساقط نہ ہو اور اس کی نیت کیے بغیر جائز نہ ہو جو حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے سبب واجب ہوا، اور یہ امام زفر کا قول ہے، جیسا کہ سال بدل جائے پس اس وقت اس کے ذمہ جو (عبادت حج یا عمرہ) لازم ہوا تھا وہ نیت کو تعیّن کے بغیر بالاتفاق جائز نہ ہوگا۔ دونوں صورتوں (یعنی بلا احرام میقات سے گزرنے کے بعد اسی سال واپس میقات سے احرام باندھنے اور دوسری صورت یہ کہ دوسرے سال میقات سے احرام باندھنے) میں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فرق شاید یہ ہے کہ جس کا اس شخص نے التزام کیا ہے پہلا سال اس کے لئے مثل معیار کے ہے تو وہ مطلق اور مقید نیت (دونوں) کے تحت داخل ہوگا بخلاف آئندہ سال کے کہ یہ سال اُسے قبول کرنے والا نہیں جسے ہم نے ذکر کیا۔

اور اگر وہ میقات کو نہ لوٹا بلکہ (بغیر احرام کے میقات سے) گزرنے کے بعد احرام باندھ لیا تو دم ساقط نہ ہوگا اور اگر حج یا عمرہ کے لئے اسی سال احرام نہ باندھا تو اُسے جو لازم ہوا (یعنی حج یا عمرہ) وہ ساقط نہ ہوگا مگر یہ کہ خصوصاً اسی کی نیت کرے جو اُسے بغیر احرام کے داخل ہونے کے سبب لازم ہوا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون آفاقی تجاوز کرد میقات را بغیر احرام وعود کرد در ہمون سال بسوی میقاتے از مواقیت متقدمہ واحرام بست از انجا بہ نیت حج فرض اداء یا قضاء، یا بہ نیت حج نذر یا حج نفل یا بہ نیت عمرہ نذر یا عمرہ قضاء، یا عمرہ سنّت، یا عمرہ مستحب در جمیع این صور ساقط گرداز وی آنچہ لازم شدہ بود بروے از ادائے احد النسکین، ونیز ساقط گشت از وی دم ہر چند کہ نیت نکردہ است احرام را از آنچہ واجب شدہ بود بروے بسبب دخول بغیر احرام زیرانکہ مقصود تعظیم بقعہ ست، وآن حاصل می آید در ضمن جمیع صُوَر

مذکورہ، وتقیید نمودیم بھموں سال بواسطہ آنکہ اگر عود نکرد در سال مجاوزۃ بلک در سال دیگر ساقط نگردد از وے نسک و نہ دم مگر آن گاہ کی تعین کند نیت احرام را ازانچہ لازم شدہ بود بروے بسبب دخول بغیر احرام، و تقیید کردیم بہ عود برائی آنکہ اگر عود نکرد بسوئی مواقیت آفاقیہ بلک احرام بست از حِل یا از حرم ساقط نگردد از وے نہ نسک و نہ دم(۲۰۱)

یعنی، جب کوئی آفاقی بغیر احرام کے میقات سے گزر آیا پھر اس سال وہ مواقیت متقدمہ میں سے کسی میقات پر گیا اور وہاں اس نے حج فرض اداء یا قضاء یا حج نفل یا حج نذر، یا عمرہ نذر یا عمرہ قضاء یا عمرہ سنّت، یا عمرہ مستحب کی نیت سے احرام باندھا تو ان تمام صورتوں میں اس کے ذمے دو عبادتوں میں سے ایک عبادت اور جو دم حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونے کی وجہ سے واجب ہو گیا تھا وہ ساقط ہو گیا، چاہے اس نے بوقت احرام اس کی نیت نہ کی ہو۔ اس لئے کہ اصل مقصد تو اس مبارک خطہ کی تعظیم ہے وہ ان مذکورہ صورتوں کے ضمن میں حاصل ہو جاتی ہے۔ اور ہم نے جو اس سال کی قید لگائی ہے وہ اس لئے کہ جس سال گزرا تھا اسی سال میقات پر واپس نہ جائے گا بلکہ دوسرے سال جائے گا تو وہ سزا ساقط نہ ہوگی یعنی دم بھی اور کسی ایک عبادت کی ادائیگی اس کے ذمے باقی رہے گی، ہاں جب احرام میں ان کی نیت کر لے گا تو ساقط ہو جائے گی اور میقات پر لوٹنے کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ میقات آفاقیہ پر لوٹ کر نہ جائے بلکہ حِل یا حرم سے ہی احرام باندھ لے تو اس کے ذمے سے نہ عبادت ساقط ہوگی نہ دم

اور صحیح یہ ہے کہ عبادت ساقط ہو جائے گی دم ساقط نہ ہوگا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی

۲۰۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دویم در بیان مواقیت احرام حج و عمرہ، ص۵۹

کے پوتے مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹھوی "حیاۃ القلوب" کی عبارت "ساقط نہ گردد از وے نہ نسک ونہ دم" کے تحت لکھتے ہیں:

صواب آن ست کہ گفتہ شود ساقط نہ گردد از دے دم فقط زیرا نکہ باحرام احد النسکین اگر چہ بغیر عود بسوی میقات ساقط می شود آنچہ لازم شدہ است بروی از احد النسکین اما حجۃ او عمرہ و باقی نماندہ است مگر مجرد مجاوزہ بغیر عود مع احرام باحد النسکین وآن موجب اثم و دم است کما لا یخفی تدبر (۲۰۲)

یعنی، صحیح یہ ہے کہ یہاں پر کہنا چاہئے تھا کہ اس کے ذمے سے دم ساقط نہ ہوگا کیونکہ بغیر میقات تک لوٹے، اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لے تو اس پر دو واجب شدہ عبادتوں میں سے ایک ساقط ہو جاتی ہے چاہے وہ حج ہو یا عمرہ اور اب سوائے نسکین (حج وعمرہ) میں سے کسی ایک کے لئے میقات پر نہ لوٹنے کے اور کوئی بات نہ رہی اور یہ گناہ باعثِ دَم ہے۔

اور میقات پر لوٹنے کے لئے ضروری نہیں کہ اسی میقات پر جائے جہاں سے آیا تھا احرام باندھنے کے لئے وہ کسی قریبی میقات بھی جا سکتا ہے مثلاً پاکستان سے گیا بغیر احرام مکہ میں داخل ہو گیا، اب مدینہ طیبہ یا طائف یا کسی اور میقات سے باہر جا کر آئے اور بغیر احرام کے مکہ آنے کی صورت میں اس پر دَم لازم آیا تھا وہ تو کسی میقات پر جا کر احرام باندھ کر آنے سے ساقط ہو جائے گا مگر بلا احرام آنے سے جو گناہ لازم آیا اس کے لئے سچی توبہ کرنی ہوگی۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اس شخص پر لازم ہے وہ مکہ کو حج یا عمرہ کے احرام کے ساتھ آئے، اگر اسی سال آتا ہے تو تعیّن ضروری نہیں، اس سے حج یا عمرہ کا احرام آنا اور دَم دونوں ساقط ہو جائیں گے اور اگر اس سال نہیں آتا تو سقوطِ نُسُک و دَم کے لئے تعیّن نیت ضروری ہوگا اور ہر صورت میں توبہ لازم ہوگی۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۲۸ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۱۹ دیسمبر ۲۰۰۶م (F-301)

۲۰۲۔ حاشیہ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمۃ الرسالہ، فصل دویم در بیان مواقیت احرام، ص ۵۹

طواف

طواف میں نیت کا حکم

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف میں نیت شرط ہے یا بلانیت طواف ہو جائے گا اور اگر شرط ہے تو کس کس طواف میں صرف طواف فرض اور واجب میں یا ہر طواف میں؟

(السائل: محمد عارف، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نیت ہر طواف میں صحتِ طواف کی شرط ہے یا بلانیت طواف کیا تو طواف نہیں ہو گا چاہے طواف فرض ہو یا واجب یا نفل، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پنجم نیت کردن برائے طواف اگرچہ بروجہ اطلاق باشد واین نیت از شروط صحتِ طواف ست خواہ طوافِ حج باشد یا غیر آن (۲۰۳)

یعنی، پانچواں فرض طواف کی نیت ہے چاہے (نیت) مطلق ہو اور طواف میں نیت طواف کے صحیح ہونے کی شرائط سے ہے، چاہے وہ طواف حج کا ہو یا غیر حج کا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اس میں (یعنی طوافِ زیارت میں) بلکہ ہر طواف میں نیت شرط ہے، اگر نیت نہ ہو طواف نہ ہوا، مثلاً دشمن یا درندے سے بھاگ کر پھیرے کئے طواف نہ ہوا، بخلاف وقوفِ عرفہ کے کہ وہ بغیر نیت بھی ہو جاتا ہے مگر یہ

۲۰۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمۃ الرسالۃ، فصل سیوم در بیان فرائض و واجبات و سنن الخ، فرائض، ص ۴۱

نیت شرط نہیں کہ یہ طوافِ زیارت ہے۔ بحوالہ "جوهرة النيرہ" (٢٠٤)

یاد رہے کہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے زبان سے نیت کرنا شرط نہیں بلکہ مستحسن ہے یعنی کعبہ کے گرد سات چکر طواف کرنے کے ارادے سے لگائے تو اس کا طواف درست ہو گیا اگرچہ طواف شروع کرتے وقت اس نے زبان سے نیت نہ کی تھی۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ٣ ذو الحجة ١٤٢٧ھ، ٢٣ ديسمبر ٢٠٠٦م (315-F)

حجرِ اسود کے مقابل تکبیر کے ساتھ ہاتھ اُٹھانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حجرِ اسود کے مقابل تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھانا کیسا؟ سنّت یا مستحب اور ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟ اور ہاتھ اُٹھا کر انہیں چھوڑ دیا جائے یا انہیں چوم لیا جائے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: اس وقت ہاتھ اٹھانا سنّت ہے، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

إنما قلنا بأنه يرفع يديه لقوله عليه الصلاة و السلام: لَا تُرُفَعُ الْأَيْدِىُ إِلَّا فِى سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِىُ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، وَ فِى الْقُنُوتِ، وَ فِى الْوِتْرِ، وَ فِى الْعِيْدَيْنِ، وَ عِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، وَ عَلَى الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ، وَ بِعَرَفَاتٍ، و بِجَمْعٍ (٢٠٥)

یعنی، ہم کہتے ہیں کہ وہ ہاتھ اُٹھائے گا اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ہاتھ نہ اٹھائے جائیں مگر سات مقامات پر، ابتداء نماز میں، قنوت میں، عیدین میں، استلام کے وقت، صفا اور مروہ پر، عرفات میں اور مزدلفہ میں۔

٢٠٤۔ بہار شریعت، جلد (١)، حصہ (٦)، منی کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال، طواف فرض، ص ۴۹۱

٢٠٥۔ المسالك في المناسك، ١/٣٨٧

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

سنّت است رفع یدین کند در وقت گفتن تکبیر بمقابلہ حجر اسود

یعنی، سنّت ہے کہ حجر اسود کے مقابل تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرے

اور ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ کندھوں کے برابر تک اُٹھائے جائیں اور دوسرا یہ کہ کانوں تک اٹھائے جائیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

یرفع یدیہ حذاء منکبیہ أو أذنیہ مستقبلاً بباطن کفیہ الحجر (۲۰۶)

یعنی، اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر یا کانوں کے برابر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو حجرِ اسود کی جانب کرتے ہوئے اُٹھائے۔

بعض نے رفع یدین کو مطلق ذکر کیا اس کی تصریح نہیں کی کہ کہاں تک اُٹھائے جیسا کہ علامہ ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد البغدادی المعروف بالقدوری متوفی ۴۲۸ھ نے لکھا کہ

و کبّر و رفع یدیہ (۲۰۷)

یعنی، تکبیر کہے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھائے۔

اور اکثر نے لکھا کہ ہاتھ اُٹھائے جیسا کہ نماز میں اُٹھاتا ہے، چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۲ھ (۲۰۸) اور امام مظفر الدین احمد بن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ (۲۰۹) لکھتے ہیں:

و رفع یدیہ کالصلاۃ

یعنی، نماز (میں ہاتھ اٹھانے) کی مثل ہاتھ اُٹھائے۔

اور علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف بقاضیخان متوفی ۵۹۲ھ (۲۱۰) اور ان سے

۲۰۶۔ لباب المناسك، باب دخول مكة، فصل الشروع فی الطواف

۲۰۷۔ مختصر القدوری، کتاب الحج

۲۰۸۔ المختار مع شرحہ للمصنّف، الجز (۱)، کتاب الحج، فصل فی دخول الحرم، ص ۱۸۹

۲۰۹۔ مجمع البحرین و ملتقی النیرین، کتاب الحج، فصل فی صفة أفعال الحج

علامہ نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ (۲۱۱) نقل کرتے ہیں:

و يستقبله و يكبر رافعاً يديه كما يكبر للصلاة ثم يرسلهما

یعنی، حجرِ اسود کی طرف منہ کر کے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے تکبیر کہے جیسا کہ نماز کے لئے تکبیر کہتا ہے، پھر ان کو چھوڑ دے۔

اور حنفی جب ہاتھ اٹھانے کے بارے میں كما فى الصلاة (جیسا کہ نماز میں) کہے تو اس سے ظاہر یہی ہے کہ اس کی مراد کانوں تک ہاتھ اُٹھانا ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی کی کتاب "لباب المناسك" میں عبارت کہ "وہ کندھوں یا کانوں تک ہاتھ اُٹھائے" کے تحت ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أى كما فى الصلاة، و هو الأصح (۲۱۲)

یعنی، جیسا کہ نماز میں اور یہی اصح ہے۔

اور بعض فقہاء کا قول ہے کہ کندھوں تک ہاتھ اُٹھائے جیسا کہ علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ و رفع يديه كما فى الصلاة لكن حذاء منكبيه (۲۱۳) اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی نے "بدائع" (۲۱۴) سے نقل کیا اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی نے کہ

و فى "البدائع" و غيره، و الصحيح أنه يرفع يديه حذاء منكبيه كذا فى "النهر الفائق" و اللفظ للهندية (۲۱۵)

یعنی، "بدائع الصنائع" وغیرہ میں ہے: صحیح یہ ہے کہ وہ کندھوں کے برابر تک ہاتھ اُٹھائے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

۲۱۱۔ الفتاوى الهندية، المجلد (۱)، كتاب الحج، الباب الخامس فى صفة الحج، ص ۲۲۵

۲۱۲۔ المسلك التقسّط فى المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل فى صفة الخ، ص ۱۳۰

۲۱۳۔ بدائع الصنائع: ۱۴۶/۲

۲۱۴۔ النهر الفائق: ۷۴/۲

۲۱۵۔ الفتاوى الهندية: ۲۲۵/۱

فقد إختلف التصحيح (٢١٦)
یعنی، تصحیح میں اختلاف ہے۔
اور خود لکھا ہے کہ

كالصلاة: أي حذاء أذنيه
یعنی، نماز کی مثل ہاتھ اٹھائے یعنی اپنے دونوں کانوں کے برابر تک۔
امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

و يستقبله بوجهه رافعاً يديه حذاء أُذنيه كما في الصلاة (٢١٧)
یعنی، حجر اسود کی طرف اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھاتے ہوئے متوجہ ہو جیسا کہ نماز میں۔
اور امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ثم يأتي الحجر الأسود، و يقف بحياله، و يستقبل بوجهه رافعاً يديه حذاء أذنيه كما في الصلاة بالحديث المشهور (٢١٨)
یعنی، پھر حجر اسود کے پاس آئے اور اس کے سامنے کھڑا ہو جائے اور اس کا استقبال اپنے چہرے کے ساتھ کرے، اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں تک اٹھاتے ہوئے جیسا کہ نماز میں، حدیث مشہور کی دلالت سے۔
اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اب کعبہ کی طرف منہ کر کے دہنی طرف رکنِ یمانی کی جانب سنگِ اسود کے قریب یوں کھڑا ہو کہ تمام پتھر اپنے دہنے ہاتھ کو رہے پھر طواف کی نیت کر اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ طَوَافَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ فَيَسِّرْهُ لِي وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّي اس نیت کے بعد کعبہ کو منہ کئے اپنی دہنی جانب چلو جب سنگِ اسود کے

٢١٦۔ ردّ المحتار على الدر المختار: ٤٩٣/٢

٢١٧۔ إثارة الترغيب و التشويق، القسم الأول، الفصل الحادي و الخمسون، ص ٢٧٣

٢١٨۔ المسالك في المناسك، المجلد (١)، فصل قبل فصل في حقيقة الطواف، ص ٣٨٥

مقابل ہو (اور یہ بات ادنیٰ حرکت سے حاصل ہو جائے گی) کانوں تک ہاتھ اس طرح اُٹھاؤ کہ ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف رہیں اور کہو بِسْمِ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ اللّٰہُ أَکْبَرُ، وَ الصَّلاۃُ وَ السَّلامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ''اور نیت کے وقت ہاتھ نہ اُٹھاؤ جیسے بعض مُطوِّف (طواف کرنے والے) کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے''۔(۲۱۹)

لہٰذا کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اس کی تائید حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث سے بھی ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

''أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ إِذَا کَبَّرَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا أُذُنَیْہِ''

''بے شک رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں دستہائے اقدس کانوں کے برابر تک بلند فرماتے''۔

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں (۲۲۱) اور امام نسائی نے اپنی ''سنن'' میں (۲۳۰) اور امام ابن ماجہ نے اپنی ''سنن'' میں (۲۲۲) نے روایت کیا ہے۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

کیفیت رفع آن است کہ بردارد ہر دو دست را تا گوش خود چنانکہ در نماز بحیثیتی کہ استقبال کند باطن کفین را بسوئی حجر، و بعد از فراغ از رفع ارسال کند ہر دو دست را (۲۲۳)

یعنی، کیفیتِ رفع یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں تک اٹھائے جیسا کہ نماز میں، اس حیثیت سے کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کے

۲۱۹۔ بہار شریعت، حصہ (۶)، طواف کا طریقہ اور دعائیں، ص ۴۸

۲۲۰۔ صحیح مسلم، فی کتاب الصلاۃ، باب (۹) استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبیر الإحرام

۲۲۱۔ سنن النسائی، فی کتاب الصلاۃ، باب رفع الیدین حیال أذنین

۲۲۲۔ سنن إبن ماجة، فی إقامة الصلاۃ و السنة فیھا، باب رفع الیدین إذا رکع

۲۲۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارہ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف، فصل سیوم در بیان کیفیت اداء طواف، ص ۱۲۷

باطن سے بسوئے حجرِ اسود استقبال کرے، اور (تکبیر سے) فراغت کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دے۔

کانوں تک ہاتھ اُٹھانا مرد کے لئے کیونکہ وہ نماز کے لئے بھی کانوں تک ہاتھ اٹھاتا ہے اور عورت کندھوں تک ہاتھ اٹھائے گی اس لئے کہ وہ نماز کے لئے بھی یہیں تک ہاتھ اُٹھاتی ہے۔

امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کر کے انہیں بوسہ لے لو (۲۲۴)۔ اس عبارت اور اس کی مثل عبارات فقہاء سے بعض لوگوں کو اشتباہ ہو جاتا ہے کہ ہاتھ اُٹھانا اور چُومنا ایک ہی چیز ہے۔

لیکن اگر علماء وفقہاء کی اس باب میں عبارات پر غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ دونوں الگ الگ ہیں جیسا کہ علامہ سید سلمان اشرف لکھتے ہیں:

> اور مسجد الحرام میں حاضر ہو کر سب سے پہلے حجرِ اسود کی طرف رُخ کر کے تکبیر وتہلیل کہنا ہے، جب سنگِ مقدس کے پاس پہنچے تو رُو بکعبہ حجرِ اسود کے قریب اس کی دہنی جانب یوں کھڑا ہو کہ تمام پتھر اپنے سیدھے ہاتھ کو رہے پھر طواف کی نیت کرے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ ...... اس نیت کے بعد کعبہ کو منہ کئے اپنے داہنے سمت چلے جب سنگ کے مقابل ہو جو ادنیٰ حرکت سے حاصل ہوتا ہے کانوں تک دونوں ہاتھ اس طرح اُٹھائے جیسے تکبیر تحریمہ کے وقت نماز میں ہاتھوں کو بلند کرتے ہیں لیکن ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف ہوں اور کہے: بِسْمِ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ...... اب میسر ہو سکے تو حجرِ مطہر پر دونوں ہتھیلیاں رکھ کر اُن کے بیچ منہ رکھ کر یوں بوسہ دے کہ آواز پیدا نہ ہو تین بار ایسا ہی کرے ...... یہ بھی میسر نہ آئے تو ہاتھوں سے اس کی طرف

۲۲۴۔ انوار البشارہ، طریقۂ طواف، ص ۳۲

اشارہ کرکے ہاتھوں کو بوسہ دے لے، اصطلاحِ شرع میں اسے تقبیل و استلام کہتے ہیں ملخصاً۔(۲۲۵)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی نے طریقۂ طواف میں پانچ امور کا ذکر کیا ہے ان میں سے پانچواں یہ ہے کہ میسر ہو سکے تو حجرِ اسود پر دونوں ہتھیلیاں اور اُن کے بیچ میں منہ رکھ کر یوں بوسہ دو کہ آواز پیدا نہ ہو تین بار ایسا ہی کرو، یہ نصیب ہو تو کمالِ سعادت ہے یقیناً تمہارے محبوب و مولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ نے بوسہ دیا اور رُوئے مقدس پر اس پر رکھا ہے، خوش نصیبی کہ تمہارا منہ وہاں تک پہنچے اور ہجوم کے سبب نہ ہو سکے تو وہاں اوروں کو ایذا نہ دو نہ آپ دبو کچلو بلکہ اس کے عوض ہاتھ سے چھو کر اُسے چوم لو اور ہاتھ نہ پہنچے تو لکڑی سے چھو کر چوم لو، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کر کے ہاتھوں کا بوسہ دے لو......اور حجرِ اسود کو بوسہ دینے یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر چوم لینے کا اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کو استلام کہتے ہیں۔(۲۲۶)

مندرجہ بالا عبارت کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوئی کہ وہاں جو اُمور انجام دینے ہیں اُن میں سے ایک نیت، دوسرا تکبیر و تہلیل کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اُٹھانا، تیسرا حجرِ اسود کو بوسہ دینا۔ اور جو ہاتھ سے اشارہ کر کے اُسے بوسہ دینا ہے وہ ایک مستقل امر نہیں ہے بلکہ بوسہ دینے کے قائم مقام ہے تو کیفیت یہ ہو گی کہ جب نیت کر لے گا تو تکبیر و تہلیل کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھائے گا پھر حجرِ اسود کو بوسہ دینے کا موقع میسر آئے تو دے، بوسہ میسر نہ آئے تو ہاتھ سے چھو کر اُسے چوم لے (بشرطیکہ حالتِ احرام میں نہ ہو کیونکہ حجرِ اسود پر کثیر مقدار میں خوشبو لگی ہوتی ہے اور خوشبو ممنوعاتِ احرام سے ہے)، یہ بھی نہ ہو سکے تو لکڑی سے چھو کر چوم لے اور یہ بھی نہ ہو تو ہاتھ سے اشارہ کر کے اُسے چومے۔ آپ نے دیکھا کہ جس ہاتھ اُٹھانے کی بات کُتبِ فقہ کے حوالے سے گزری وہ اور ہے اور جس میں اشارہ کر کے ہاتھوں کو چومنے کا ذکر ہے وہ اور ہے وہاں ہاتھ کانوں تک لے جا کر انہیں چھوڑ دینے کی تصریح تھی، یہاں چوم لینے کا ذکر ہے۔

تو ہجوم کے وقت بحالتِ احرام پہلے نیت کرے گا پھر حجرِ اسود کے مقابل ہو کر تکبیر و تحلیل

۲۲۵۔ الحج مصنفہ سید سلمان اشرف، حجرِ اسود، ص ۷۸۔۷۹

۲۲۶۔ بہار شریعت: ۶/ ۴۸

کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اُٹھائے گا اور پھر حجرِ اسود کی طرف اشارہ کر کے انہیں چُوم لے گا کہ جسے استلام الحجر کہتے ہیں۔ اب یہ بات کہ کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کے بعد انہیں چھوڑ دے پھر اشارے کے لئے ہاتھ اُٹھائے یا کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کے فوراً بعد اُن سے حجرِ اسود کی طرف اشارہ کر کے انہیں چومے اس کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ فقہاء کرام نے تکبیر کے باب میں لکھا ہے کہ کانوں تک ہاتھ اُٹھائے اور چھوڑ دے تو نتیجہ یہ نکلا کہ صورت مذکورہ میں بھی تکبیر کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے ہاتھ چھوڑ کر اشارہ کے لئے انہیں دوبارہ اٹھائے۔

اب رہی یہ بات کہ حجرِ اسود کو اس پر منہ رکھ کر چومنے یا ہاتھ سے چُھو کر ہاتھ کو چومنے یا لکڑی سے چُھو کر چومنے کی استطاعت نہ ہو تو حجرِ اسود کی جانب صرف اشارہ کر کے ہاتھوں کو چومنے کے لئے انہیں کہاں تک اُٹھائے تو اس باب میں فقہاء کا قول ہے:

و یشیر بکفّیه نحو الحجر ...... ثم یقبّل کفیه (۲۲۷)

یعنی، اپنے دونوں ہاتھوں سے حجرِ اسود کی جانب اشارہ کرے ...... پھر اُن کو چوم لے۔

اور امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

یشیر بکفّیه نحو الحجر کأنه واضع علی الحجر مع التکبیر و التهلیل، ثم یقبّل کفّیه (۲۲۸)

یعنی، اپنے دونوں ہاتھوں سے حجرِ اسود کی جانب تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے اشارہ کرے گویا وہ حجرِ اسود پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے پھر اُن کو چوم لے۔

اور اس باب میں صریح عبارت علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ نے نقل فرمائی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

و فی "الخانیة" ذکر مسح الوجه بالید مکان التقبیل لکنن بعد أن یرفع یدیه کما فی الصلاة، کذا فی "المجتبیٰ"، و "مناسک

۲۲۷۔ فتاویٰ قاضیخان علی هامش الفتاویٰ الهندیة: ۱/ ۲۹۲

۲۲۸۔ المسالك فی المناسك: ۱/ ۳۸۶

الکرمانی"، زاد فی "التحفة" و یرسلها ثم یستلم (۲۲۹)

یعنی، "فتاویٰ خانیہ" میں بوسہ دینے کی جگہ (اشارے کے بعد) ہاتھوں کو چہرے پر ملنے کا ذکر کیا لیکن یہ رفع یدین کے بعد جیسا کہ نماز میں، اسی طرح "مجتبیٰ" اور "مناسک کرمانی" (المسالك فی المناسك) میں ہے اور "تحفة الفقها" میں زیادہ کیا (رفع یدین کے بعد) دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دے پھر استلام کرے۔

ان عبارات میں استلام کے واسطے صرف اشارہ کے لئے ہاتھ اُٹھانے کا ذکر ہے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کہ کہاں تک اُٹھائے۔ ظاہر یہی ہے کہ اشارہ کے لئے سینے کے برابر سے لے کر کندھوں تک یا کندھوں سے تھوڑا اوپر تک ہاتھ اُٹھائے گا کہ اگر کوئی شخص حجرِ اسود کے پاس کھڑا ہو تو اُسے حجرِ اسود کو چھونے کے لئے کہاں تک ہاتھ اُٹھانے پڑیں گے اس کی حد مقرر نہیں کی جاسکتی کیونکہ جو دراز قد ہوگا اور جو درمیانہ قد ہوگا اور جو پست قد ہوگا سب کے ہاتھ اُٹھانے کی حد الگ الگ ہوگی، جب یہاں مقصود اشارہ ہے جو بالفعل چومنے کے قائم مقام ہے تو ہر شخص اپنے قد کے حساب سے ہاتھ اُٹھائے گا۔ بہر حال اشارہ میں ہاتھ کی ہتھیلیاں حجرِ اسود کی جانب رکھے گا کیونکہ یہ اشارہ اس بات کا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ رہا ہے پھر ان کو چوم رہا ہے۔

اور استلام ہر چکر میں مسنون ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

کلّما مرّ بالحجر فعل ما ذکر من الاستلام

یعنی، جب جب حجر اسود سے گزرے استلام کرے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله: من الاستلام: فهو سنّة بین کل شوطین کما فی "غایة البیان"

یعنی، استلام طواف کے ہر دو چکروں کے مابین مسنون ہے جیسا کہ

۲۲۹۔ النهر الفائق: ۲/۷۴

"غاية البيان" میں ہے۔

اسی طرح حکم ہے کہ طواف کو استلام حجر کے ساتھ ختم کرے یعنی طواف پورا کر کے استلام حجر کرے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں (طواف کے) شروع اور آخر میں استلام درمیان کے استلام سے زیادہ مؤکد ہے۔ (۲۳۰)

اور ہر بار رفع یدین کے بارے میں لکھتے ہیں:

و اعتقادي أن عدم الرفع هو الصواب و لم أرعنه عليه الصلاة و السلام خلافه (۲۳۱)

یعنی، میرا اعتقاد یہ ہے کہ (ہر بار میں) ہاتھ نہ اُٹھانا ہی حق ہے اور میں نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے اس کا خلاف نہیں دیکھا۔

اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ طواف وسعی کے مابین بھی استلام کرے، جیسا کہ علامہ شمس الدین تمرتاشی نے "تنوير الأبصار" میں لکھا ہے اور علامہ شامی نے "اللباب" سے نقل کرتے ہیں کہ

و كذا يسن بين الطواف و السعي

یعنی، اسی طرح طواف اور سعی کے مابین مسنون ہے۔

یہ دراصل نواں استلام ہے جو طواف کے ابتداء سے اختتام تک آٹھ استلام کے علاوہ ہے، اور یہ مستحب ہے جیسا کہ صدر الشریعہ محمد امجد علی فرماتے تھے:

صفا و مروہ میں سعی کے لئے (واج طواف، ملتزم سے چمٹنے اور زمزم پینے کے بعد) پھر حجرِ اسود کے پاس آؤ اسی طرح تکبیر وغیرہ کہہ کر چومو۔ (۲۳۲)

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نومبر ۲۰۰۶م (224-F)

۲۳۰۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، مطلب في طواف القدوم، ص ۴۹۸

۲۳۱۔ رد المحتار: ۲/۴۹۸

۲۳۲۔ بہار شریعت، حصہ ششم، صفا و مروہ کی سعی، ص ۵۳

استلام حجر کی کیفیت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ استلام الحجر کسے کہتے ہیں اور اس کی کیا کیفیت ہے؟

(السائل: محمد عرفان المانی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: استلام کسے کہتے ہیں؟ استلام الحجر، حجرِ اسود کو بوسہ دینے یا چھونے کو کہتے ہیں، چنانچہ امام نجم الملۃ والدّین ابو حفص عمر بن محمد نسفی متوفی ۵۳۷ھ لکھتے ہیں:

و استلام الحجر الأسود: لَمْسُهُ بِفَمٍ أَوْ يَدٍ (۲۳۳)

یعنی، اور استلام حجرِ اسود: اُسے منہ یا ہاتھ سے چھونا ہے۔

اور ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ثم يستلم الحجر أي يلمسه إمّا بالقُبلة أو باليد على ما في "القاموس" (۲۳٤)

یعنی، استلام الحجر یعنی اُسے چُھوئے بوسے کے ساتھ یا ہاتھ کے ساتھ اس بنا پر جو "قاموس" میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

حجر اسود کو بوسہ دینے یا ہاتھ یا لکڑی سے چُھو کر چوم لینے کا اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کو استلام کہتے ہیں۔ (۲۳۵)

استلام کی کیفیت: استلام کی کیفیت کے بارے میں امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

۲۳۳۔ طلبة الطلبة فی إصلاحات الفقهية، كتاب المناسك، ص ۱۱۱

۲۳٤۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسط، ص ۱٤٤

۲۳۵۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، حج کا بیان، طواف کا طریقہ اور دعائیں، ص ۴۸

و تفسير الاستلام أن يضع كفّيه على الحجر و يقبّله إن أمكن من غير إيذاء أحدٍ، فإن لم يمكنه السجود يقتصر على التقبيل، فإن يمكنه ذلك من غير ايذاءٍ يستلمه بيده، فإن لم يمكنه ذلك من غيرإيذاءٍ يشير بكفّيه نحو الحجر، كأنه واضع على الحجر مع التكبير و التهليل، ثم تقبّل كفّيه (٢٣٦)

یعنی، استلام کی تفسیر یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو کسی کو ایذاء دیئے بغیر اپنی دونوں ہتھیلیاں حجرِ اسود پر رکھے اور اُنہیں بوسہ دے، پس اگر ممکن نہ ہو تو صرف بوسہ پر اکتفاء کرے پھر اگر یہ بھی بغیر ایذا دیئے ممکن نہ ہو تو اپنے ہاتھ سے استلام کرے، پھر اگر بغیر ایذاء کے یہ بھی ممکن نہ ہو تو اپنے دونوں ہاتھوں سے حجرِ اسود کی طرف تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے اشارہ کرے گویا کہ وہ حجرِ اسود پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے پھر ان کو بوسہ دے۔

اور علامہ حسن بن منصور اوز جندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و يستلم الحجرو تفسير ذلك أن يضع كفّيه الحجر و يقبّل الحجر إن استطاع من غير أن يؤذى أحداً لأن رسول الله ﷺ فعل ذلك، و الحكمة فى تقبيل الحجر ما روى عن علىّ رضى الله عنه أنه قال: "وَ يَشْهَدُ لِمَنِ اسْتَلَمَهٗ" لمّا أخذ الله الميثاق على بن آدم من ذريّته كتب بذلك كتابًا فجعله فى جوف الحجر، فيجئ يوم القيامة، وإن لم يستطع استلام الحجر من غير أن يؤذى أحداً لا يستلمه، لكن يستقبل الحجر و يكبّر و يشير بكفّيه نحو الحجر و يكبّر و يهلّل و يحمد الله تعالىٰ و يصلّى على النبى ﷺ، ثم يقبّل كفّيه (٢٣٧)

٢٣٧۔ المسالك فى المناسك، المجلد(١)، ص٣٨٥۔٣٨٦

٢٣٨۔ فتاویٰ قاضيخان على هامش الفتاوى الهندية، المجلد (١)، كتاب الحج، فصل فى كيفية إداء

یعنی، استلام حجر تو اس کی تفسیر یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھے اور کسی کو ایذاء پہنچائے بغیر حجرِ اسود کو بوسہ دے، اگر استطاعت رکھتا ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا اور حجرِ اسود کو بوسہ دینے کی حکمت وہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم سے پختہ عہد لیا تو اُسے لکھا اور حجرِ اسود کے درمیان رکھ دیا تو حجرِ اسود قیامت میں آئے گا ہر اس شخص کی گواہی دے گا جس نے اس کا استلام کیا ہوگا''۔ اور اگر کسی کو ایذاء پہنچائے بغیر استلام حجر کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو استلام نہ کرے لیکن حجرِ اسود کی طرف منہ کرے اور اپنی ہتھیلیوں سے حجرِ اسود کی طرف اشارہ کرے اور تکبیر و تہلیل کرے، اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے، نبی ﷺ پر درود پڑھے پھر اپنی ہتھیلیوں کو چُوم لے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و صفة الاستلام يضع كفّيه على الحجر و يضع فمه بين كفيه و يقبّله بغير صوتٍ إن تيسّر و إلّا يمسحه بالكفّ و يقبّله و يستحب أن يسجد عليه (أي يضع وجهه أو جبينه على هيئة السجود) و يكررّه مع التقبيل ثلاثاً، و إن لم يتيسّر ذلك لمس الحجر شيئاً (أي من عصاً و نحوها) و قبّل ذلك الشيء إن أمكنه و إلّا يقف بحياله مستقبلاً له رافعاً يديه مشيراً بهما إليه كأنه واضع يديه عليه و قبّل كفيه بعد الإشارة، صرّح به الحدادى (٢٣٨)

یعنی، استلام کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اگر میسر ہو تو حجرِ اسود پر دونوں ہتھیلیاں رکھے اور ان کے مابین اپنا منہ رکھے اور حجرِ اسود کو بغیر آواز کے بوسہ دے ورنہ حجرِ اسود کو ہاتھ سے چُھو کر چوم لے اور مستحب ہے اس پر جھکے (یعنی اپنا چہرہ یا پیشانی اس پر سجدے کی ہیئت میں رکھے) اور اسے تین

بار کرے اور اگر یہ میسر نہ ہو اور ممکن ہو تو چھڑی وغیرہا سے حجرِ اسود کو چھو کر اُسے چُوم لے ورنہ حجرِ اسود کی جانب منہ کر کے کھڑا ہو اور اپنے دونوں ہاتھوں کو حجرِ اسود کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بلند کرے گویا کہ اپنے ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ رہا ہے اور اشارے کے بعد اُن کو چُوم لے (شارح قدوری ابوبکر بن علی) الحدادی نے (سراج الوہاج میں) اس کی تصریح کی ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

صفة الإستلام أن يضع كفّيه على الحجر و يقبّله ذلك إن أمكنه من غير أن يؤذى أحداً كذا فى "المحيط"

یعنی، استلام کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں حجرِ اسود پر رکھے اور بوسہ دے، اگر کسی کو ایذاء دیئے بغیر ممکن ہو، اسی طرح "محیط" میں ہے۔

و إلّا مسّ الحجر بيده و قبّل يده و إن لم يستطع ذلك أمس الحجر شيئاً فى يده من عرجون و غيره ثم قبّل ذلك الشئ كذا فى "الكافى" (۲۳۹)

یعنی، ورنہ حجرِ اسود کو ہاتھ سے چُھو کر اُسے بوسہ دے اور اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اپنے ہاتھ میں موجود لکڑی وغیرہ سے اُسے چُھوئے، پھر اس کو بوسہ دے۔ اسی طرح "کافی نسفی" میں ہے۔

لکھتے ہیں:

فإن لم يستطع شيئاً من ذلك يستقبله و يرفع يديه مستقبلاً بباطنهما إيّاه و يكبّر و يحمد و يصلّى على النّبى ﷺ كما فى "فتح القدير" (۲۴۰)

۲۳۹۔ الكافى فى شرح الوافى للنّسفى: ۱/۴۵۰، مصوّر مخطوط

یعنی، پھران میں سے کسی کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہوتو حجرِ اسود کی طرف رُخ کرے اور دونوں ہاتھ اس طرح اُٹھائے کہ ان کی ہتھیلیاں حجرِ اسود کی جانب ہو جائیں تکبیر، تہلیل اور تحمید کہے اور نبی ﷺ پر درود پڑھے۔

اس طرح "فتح القدیر" میں ہے۔

اور اشارے سے استلام کرنے میں ہاتھ کہاں تک اُٹھائے اس کی تصریح نظر سے نہیں گزری البتہ اپنے دونوں ہاتھوں سے حجرِ اسود کی جانب اس طرح اشارہ کرنے کا حکم ہے گویا اس پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہاں ہاتھ اُٹھانے سے مقصود اشارہ کرنا ہے تو ہاتھ حجرِ اسود کے برابر سینے یا کندھوں تک اُٹھیں گے اور وہ تکبیر جس کے ساتھ رفع یدین کا حکم ہے اور وہ استلام الحجر سے قبل ہے اس میں کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کا حکم اور استلام الحجر حجرِ اسود کو بوسہ دینے کا نام ہے جو کہ نیتِ طواف اور تکبیر مع رفع یدین کے بعد ہے اور اس کے بعد پھیرے میں اور طواف کے اختتام پر مسنون ہے، پھر بوسہ نہ دے سکنے اور اس کے بعد ذکر کی گئی کیفیتوں پر قدرت نہ پانے کی صورت میں ہاتھوں سے اشارہ کر کے انہیں چومنے کا حکم ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٢٦ شوال المکرم ١٤٢٧ھ، ١٩ نوفمبر ٢٠٠٦م (F-252)

نمازِ طواف ترک کرنے کا حکم

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج اور عمرہ میں نمازِ طواف واجب ہے تو اس کے ترک کرنے پر کیا لازم آتا ہے اور اگر کچھ بھی لازم نہیں آتا تو اس کی وجہ کیا ہے؟

(السائل: محمد سہیل قادری، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نمازِ طواف اگرچہ واجب ہے مگر اس کے ترک پر دم لازم نہیں ہوتا، کیونکہ یہ حج یا عمرہ کے واجبات سے نہیں ہے بلکہ طواف کے واجبات سے ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ نماز اس طواف کرنے والے پر بھی واجب ہے جو حج

یا عمرہ کے طواف کے علاوہ اور کوئی طواف کرے، اس کے علاوہ فقہاء کرام نے اور وجوہ بھی بیان کی ہیں چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما عدمِ وجوب دم در ترک دو رکعت طواف پس بواسطہ آن کہ دو رکعت واجب طواف اند نہ واجب حج وعمرہ، لہذا واجب باشد ادائے آنہا بر کسی کہ طواف کند بکعبہ بغیر احرام حج وعمرہ یا بواسطہ آنکہ وجوب آن دو رکعت مختلف فیہ ست یا بجہت آنکہ جمیع عمر وقت آنہا ست پس متصوّر نگردد ترک آنہا تا مدتِ حیات (۲٤۱)

یعنی، دو رکعت (نمازِ) طواف ترک کرنے پر دم لازم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھنا طواف کے واجبات سے ہے نہ کہ حج وعمرہ کے واجبات سے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا پڑھنا اس شخص پر واجب ہے جو حج اور عمرہ کے علاوہ کوئی اور طواف کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان رکعات کا وُجوب مختلف فیہ۔ یا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی ادائیگی کا وقت تمام عمر ہے اس لئے جب تک زندگی ہے ان کا ترک متصوّر نہ ہوگا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ "عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اگر بھیڑ کی وجہ سے مقامِ ابراہیم میں نماز نہ پڑھ سکے تو مسجد شریف میں کسی اور جگہ پڑھے، اور مسجد الحرام کے علاوہ کہیں اور پڑھی جب بھی ہو جائے گی۔

نیز "لباب" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حرم مکہ کے اندر جہاں بھی ہو۔ (۲۴۲)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱٦ ذو الحجة ۱٤۲۷ھ، ۵ ینایر ۲۰۰۷م (348-F)

۲٤۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمۃ الرسالہ، فصل سیوم، تعلیل در واجبات، اربعہ اُولیٰ از واجبات عشرہ، ص٤٦

وہ اوقات جن میں نمازِ طواف پڑھنا ممنوع ہے

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وہ کونسے اوقات ہیں جن میں طواف کرنے والا طواف تو کرے مگر نمازِ طواف نہ پڑھے؟

(السائل: سلیم گھانچی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نمازِ طواف واجب ہے چاہے طواف فرض ہو یا واجب، سنّت ہو یا نفل۔ اور نمازِ طواف نہ پڑھنے کا مطلب ہے کہ مندرجہ ذیل مذکور مخصوص اوقات میں نہ پڑھے، جب وہ وقت ختم ہو جائے تو جتنے طواف اس وقت میں کئے تھے ان کے نوافل ذمہ میں بدستور واجب رہیں گے، اور وہ اوقات جن میں طواف کرنے والا نمازِ طواف نہیں پڑھے گا مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ سورج نکلنے سے بقدر نیزہ اونچا ہونے تک۔ (یعنی فجر کا وقت ختم ہونے کے بعد سے 20 منٹ)

۲۔ عین دوپہر کے وقت جب سورج سر پر ہو۔ (یعنی ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے ضحوئ کبریٰ)

۳۔ سورج زرد پڑ جانے کے بعد غروب ہونے تک۔ (یعنی مغرب کا وقت شروع ہونے سے پہلے آخری بیس منٹ)

۴۔ صبح صادق کے بعد سورج نکلنے تک۔ (فجر کا وقت شروع ہونے سے اختتام تک)

۵۔ عصر کے فرض حنفی وقت میں پڑھنے کے بعد سورج کے زرد پڑنے تک۔ (یعنی عصر پڑھ لی اب مغرب کے وقت تک)

۶۔ سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے۔ (یعنی مغرب کے ابتدائی وقت سے نمازِ مغرب پڑھ لینے تک)

۷۔ ہر خطبہ کے وقت عموماً اور خطبۂ جمعہ کے وقت خصوصاً۔

۸۔ امام کے فرض میں ہونے کے وقت۔

نمازِ طواف کا پہلے تین اوقات میں پڑھنا بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے، اور باقی پانچ وقتوں

میں سید احمد حموی کے قول (فی شرح الکنز) کے مطابق مکروہ تحریمی ہے اور ملا علی القاری کے "شرح المناسك" میں قول سے مستفاد یہ ہے کہ ان میں کراہت تنزیہی ہے۔ اسی طرح "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" (باب سیوم، فصل هشتم، ص ١٥٤) میں ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ١٧ ذو الحجۃ ١٤٢٧ھ، ٦ ینایر ٢٠٠٧ م (350-F)

نمازِ عصر کے بعد نمازِ طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس نے نماز عصر پڑھنے کے بعد اگر نفلی طواف کیا تو وہ نمازِ طواف کب پڑھے اگر نماز مغرب کے بعد پڑھے تو سنتوں کے بعد پڑھے یا پہلے پڑھے؟

(السائل: محمد صابر، صابر گارمنٹس، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نمازِ طواف میں اصل تو یہ ہے کہ طواف کے بعد نمازِ طواف کو مؤخر نہ کرے اور اگر مؤخر کرے گا تو کراہت لازم ہوگی، ہاں اگر طواف سے ایسے وقت میں فارغ ہوا کہ مکروہ وقت تھا تو اس وقت نمازِ طواف نہیں پڑھے گا بلکہ مکروہ وقت کے بعد پڑھے گا اور صورت مسئولہ میں چونکہ اس شخص نے عصر نماز پڑھنے کے بعد طواف کیا اور عصر نماز کے بعد غروب آفتاب تک نفل پڑھنا مکروہ ہے اس لئے وہ نمازِ طواف کو غروب آفتاب تک مؤخر کرے گا۔ اور غروبِ آفتاب کے بعد پہلے مغرب کے فرض پڑھے گا فرائض کے بعد نمازِ طواف پڑھے کہ واجب ہے نیز ان کا ذمے کے ساتھ تعلق سنتِ مغرب سے قبل ہوا ہے، پھر سنتیں پڑھے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

سنت است موالاۃ بین فراغ از طواف وبین الرکعتین پس تاخیر کردن آنہارا از طواف مکروہ باشد مگر آنکہ وقت کراہۃ نماز باشد، آنگاہ باید کہ تاخیر کند مثلاً اگر طواف کرد بعد صلاۃ العصر تاخیر کند رکعتین را تا مغرب پس اوّلاً فرض مغرب ادا کردہ دو رکعت بجا آورد بعد ازان بسنت مغرب

اشتغال نماید زیرانکہ دورکعت طواف واجب اند و نیز سابق گزشتہ است
تعلق آنہا بذمہ قبل از سنّت پس تقدیم کردہ شود آنہا بر سنّت (۲۴۳)

یعنی، طواف سے فراغت اور دو رکعت (نمازِ طواف) پس ان کے مابین موالات (یعنی پے درپے کرنا) سنّت ہے، پس ان کی ادائیگی میں تاخیر کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ کراہت نماز کا وقت ہو، اس وقت چاہئے کہ (نمازِ طواف کی ادائیگی میں) تاخیر کردے مثلاً اگر نماز عصر کے بعد طواف کرے تو دو رکعت نمازِ طواف کا ادائیگی میں مغرب تک تاخیر کرے پھر پہلے مغرب کے فرض ادا کرے پھر دو رکعت (نمازِ طواف) ادا کرے اس کے بعد سنّتِ مغرب میں مشغول ہو، کیونکہ دو رکعت نماز طواف واجب ہے، اور نیز ان دو رکعت کا تعلق ذمے میں سنّتِ مغرب سے سابق ہوا ہے پس ان کو مقدم کیا جائے گا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٥ جمادی الأولی ١٤٢٨ھ، ٢٢ مایو ٢٠٠٧ م (380-F)

طواف کے نفل پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کرنا

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز طواف پڑھنا کیا ہے واجب یا سنّت اور اگر واجب ہے تو کیا نفل طواف کے لئے بھی اور کوئی شخص طواف کرنے کے بعد نفل نہ پڑھے پھر طواف شروع کردے اس طرح چند مکمل طواف کرنے کے بعد سب کی نماز ایک ساتھ پڑھ لے تو کیا ایسا کرنا درست ہے اور اگر تین چار طواف کر کے صرف دو رکعت ہی پڑھ لے تو صحیح ہے یا نہیں؟

(السائل: خرم عبدالقادر)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ہر طواف کے بعد دو رکعت نمازِ

طواف پڑھنا واجب ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

يجب بالجيم على الصحيح بعد كل أسبوع (٢٤٤)

یعنی، صحیح قول کے مطابق ہر سات چکر (یعنی کامل طواف) کے بعد (دو رکعت نماز طواف) واجب ہے۔

ہر طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا واجب ہے چاہے نفل ہو یا واجب چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و أطلق الأسبوع تشمل طواف الفرض و الواجب و السنّة و النفل خلافاً لمن قيد وجوب الصلاة بالواجب، قال فى "الفتح": هو ليس بشئ لإطلاق الأدلة (٢٤٥)

یعنی، مصنّف نے سات چکر کا مطلق ذکر کیا، لہٰذا یہ طواف فرض، واجب، سنّت اور نفل (سب) کو شامل ہو گیا بر خلاف اس کے جس نے نمازِ طواف کو طواف واجب کے ساتھ مقید کیا (اس کے بارے میں) امام ابن الھمام نے "فتح القدیر" میں فرمایا کہ اس قول کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ (نمازِ طواف کے لزوم کی) ادلّہ مطلق ہیں۔

بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو ورنہ مکروہ وقت نکلنے کے بعد پڑھے، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و يصلّى لكلّ أسبوع ركعتين فى الوقت الذى يباح فيه التطوّع كذا فى "شرح للطحاوى" (٢٤٦)

یعنی، ہر سات چکروں (یعنی ایک مکمل طواف) کے لئے اس وقت دو رکعت پڑھے گا جس میں نفل پڑھنا مباح ہے۔ اسی طرح "شرح

٢٤٤۔ الدر المختار، المجلد (٢)، كتاب الحج، ص ٤٩٩

٢٤٥۔ رد المحتار على الدر المختار: ٥٨٥/٢، مطلب فى طواف القدوم

٢٤٦۔ الفتاوىٰ الهندية: ٢٢٤/١

الطحاوی" میں ہے۔

اور چند طواف کو اکٹھا کر کے سب کی نماز ایک ساتھ پڑھنا مکروہ ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

و یکرہ لہ الجمع بین الأسبوعین بغیر صلاۃ بینھما فی قول أبی حنیفۃ و محمد رحمھما اللہ تعالیٰ (۲۴۷)

یعنی، طواف کرنے والے کے لئے دو طواف کو ان کے درمیان نمازِ طواف پڑھے بغیر جمع کرنا امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و فی "السراج" یکرہ عندھما الجمع بین أسبوعین، أو أکثر بلاصلاۃ بینھما (۲۴۸)

یعنی، اور "سراج الوھاج" میں ہے، امام اعظم اور امام محمد علیہما الرحمہ کے نزدیک دو یا زیادہ طواف کو درمیان میں نمازِ طواف پڑھے بغیر جمع کرنا مکروہ ہے۔

اسی طرح "فتاویٰ یورپ" (کتاب الحج، ص ۳۲۹) میں بھی ہے۔

اور یہ کراہت اس وقت ہے جب مکروہ وقت نہ ہو اور اگر ایسا وقت ہے جس میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے تو چند طواف کی نماز کو جمع کرنا مکروہ نہیں ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین عابدین شامی نقل کرتے ہیں:

و الخلاف فی غیر وقت الکراھۃ، أما فیہ فلا یکرہ إجماعاً و یؤخر الصلاۃ إلی وقت مباحٍ اھ (۲۴۹)

۲۴۷۔ الفتاویٰ الھندیۃ، المجلد (۱)، کتاب الحج، الباب الخامس فی کیفیۃ أداء الحج، ص ۲۳۴

۲۴۸۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۲/۴۹۹

۲۵۹۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۲/۵۸۵

یعنی، اور یہ اختلاف غیر وقت کراہت میں ہے لیکن کراہت کے وقت میں (طواف کی نماز کو جمع کرنا) بالاجماع مکروہ نہیں اور اس صورت میں نمازِ طواف کو وقتِ مباح تک مؤخر کرے گا۔

اور اس وقت اس کو ہر طواف کے لئے دو رکعت نماز طواف پڑھنا لازم ہو گی چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

و علیه لکلّ أسبوع رکعتان (۲۵۰)

یعنی اس پر سات چکر کے لئے دو رکعات پڑھنا لازم ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اگر بھول کر ایک طواف کے بعد بغیر نماز پڑھے دوسرا طواف شروع کر دیا ہے تو اگر ابھی ایک پھیرا پورا نہ کیا ہو تو چھوڑ کر نماز پڑھے، اور کر لیا ہے تو اس طواف کو پورا کر کے (دو طواف کی دو، دو رکعات) نماز پڑھے (اور اس طرح کرنا مکروہ ہے)۔ (۲۵۱)

والله تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۱۳ ذی القعدة ۱٤۲۷ھ، ٥ دیسمبر ۲۰۰٦م (268-F)

نمازِ طواف پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کر دیا، یاد آنے پر کیا کرے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز طواف واجب ہے اور مکروہ وقت نہ ہو تو نماز طواف کے بغیر دوسرا طواف کرنا درست نہیں کہ مکروہ ہے اب اگر کسی شخص نے ایک طواف کیا اور نماز طواف بھول گیا دوسرا طواف شروع کر دیا، طواف شروع کیا ہی تھا کہ اسے یاد آ گیا تو کیا کرے اور اگر ایک چکر یا دو چکر پورے کرنے کے بعد یاد آیا تو کیا کرے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، مکہ مکرمہ)

۲۵۰۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب: فی طواف القدوم، ص ٥٨٥

۲۵۱۔ بہار شریعت، حصہ ششم، طواف کے مکروہات، ص ٦٢

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اس مسئلہ کے بارے میں مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر طواف کرد و فراموش نمود دو رکعت طواف را پس یاد نیاورد آنہا را مگر بعد ازانکہ شروع کرد در طوافِ دیگر، اگر یاد آوردہ او قبل از تمام یک شوط قطع کند او را تا حاصل گردد موالات بین الطّواف والرکعتین کہ آن سنّت است، و اگر یاد آورد بعد تمام یک شوط یا زیادہ از ان قطع نکند آن طواف را کہ شروع نمودہ است در وی بلکہ اتمام کند رودا زیرانکہ اتمام شوط بمنزلہ اداء رکعت است، و بعد فراغ طواف بگذارد برائے ہر اسبوعے دو رکعت مستقلہ (۲۵۲)

یعنی، اگر کسی نے طواف کیا اور دو رکعات نمازِ طواف پڑھنا بھول گیا اور جب دوسرا طواف شروع کر دیا تب یاد آئیں تو اگر پہلا چکر پورا کرنے سے پہلے یاد آ جائے تو وہ چکر وہیں چھوڑ دے تاکہ تسلسل جو طواف اور دو رکعت (نمازِ طواف) میں سنّت ہے وہ حاصل ہو جائے اور اگر ایک چکر پورا ہونے یا کئی چکروں کے بعد یاد آئے تو اب طواف نہ توڑے بلکہ اُسے پورا کر لے، کیونکہ ایک چکر کو پورا کر لینا ایک رکعت ادا کر لینے کے مرتبے میں ہے اور طواف سے فارغ ہونے کے بعد سات چکر کے لئے مستقل دو رکعت (دو دو کر کے چار رکعت نمازِ طواف پڑھے)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۷ ذو الحجة ۱۴۲۷ھ، ۶ ینایر ۲۰۰۷م (351-F)

قارن اور متمتع کے حق میں طوافِ قُدوم کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا قارن اور متمتع بھی طوافِ قدوم کرے گا یا نہیں؟

۲۵۲۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم در بیان طواف، فصل ہشتم، ص ۱۵۶

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: قارن طواف قدوم کرے گا نہ کہ متمتع چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

طواف قدوم کہ اور اطواف تحیۃ نیز گویند وآن سنّت مؤکدہ است درحق آفاقی کہ مفرد باشد بحج یا قارن نہ درحق مفرد بعمرہ و متمتع و نہ درحق مکی و میقاتی اگرچہ مفرد بحج باشد (۲۵۳)

یعنی، طوافِ قُدوم اسے طوافِ تحیۃ بھی کہتے ہیں وہ حج اِفراد اور قِران والے کے لئے سنّت مؤکدہ ہے جب کہ وہ آفاقی ہو، نہ کہ صرف عمرہ کرنے والے اور حج تمتع کرنے والے کے لئے اور نہ ہی مکی اور میقاتی کے لئے اگرچہ وہ حج اِفراد ہی کریں۔

اور قارن عمرہ پورا کر کے طوافِ قُدوم کرے گا چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

(قارن) عمرہ پورا کرنے کے بعد طوافِ قُدوم کرے (۲۵۴)

لہٰذا متمتع پر طوافِ قُدوم نہیں ہے ہاں اگر وہ حج کی سعی پہلے کرنا چاہے تو اس پر لازم ہوگا کہ احرام حج کے بعد نفلی طواف کرے پھر سعی کرے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

يتنفل بطواف بعد الإحرام بالحج يضطبع فيه و يرمل ثم يسعى بعده (۲۵۵)

یعنی، حج کے احرام کے بعد نفلی طواف کرے جس (کے تمام چکروں) میں اضطباع کرے اور (پہلے تین چکر میں) رمل کرے پھر اس کے بعد سعی کرے۔

چنانچہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

۲۵۳۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب سیوم دربیان طواف، فصل اول در بیان انواع طواف، ص۱۱۳۔۱۱۴

۲۵۴۔ بہار شریعت، جلد(۱)، حصہ(۶)، قِران کا بیان، ص۴۹۵

۲۵۵۔ لباب المناسك، باب الخطبة، فصل فی إحرام الحاج من مكة المشرفة

مفرد و قارن تو حج کے اصل اور سعی سے طوافِ قدوم میں فارغ ہو لئے، مگر متمتع نے جو طواف وسعی کئے وہ عمرے کے لئے، حج کے رمل وسعی اس سے ادا نہ ہوئے اور اس پر طوافِ قدوم ہے نہیں کہ قارن کی طرح اس میں یہ امور کر کے فراغت پالے، لہٰذا اگر وہ بھی پہلے سے فارغ ہو لینا چاہے تو جب حج کا احرام باندھے اس کے بعد ایک نفل طواف میں رمل وسعی کرے، اب اسے بھی طوافِ زیارت میں ان امور کی حاجت نہ ہو گی۔(۲۵۶)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۲۰ دیسمبر ۲۰۰۶م (F-302)

حج میں طوافِ زیارت کی حیثیت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص سخت بیمار یا زخمی ہونے کے سبب طوافِ زیارت نہ کر سکے تو اس کے لئے کوئی رعایت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(السائل: انعام، از طائف)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: طوافِ زیارت فرض ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و هذا الطواف هو المفروض فی الحج و لا يتم الحج إلا به

یعنی، یہ طواف حج میں فرض ہے اور اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا۔

اس کے تحت ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أي: لكونه ركناً بالإجماع (۲۵۷)

۲۵۶۔ بهار شریعت، حصه ششم، ایام اقامت کے اعمال، ص ٦١

۲۵۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب طواف الزيارة، ص ۲۵٦

یعنی، طوافِ زیارت کے بالاجماع رُکن ہونے کی وجہ سے۔ (اس کے سوا حج پورا نہیں ہوتا)

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

هو ثاني رُكني الحج (۲۵۸)

یعنی، یہ حج کا دوسرا رُکن ہے۔

اور اس کے صحیح ہونے کی مدّت مقرر نہیں ہے، دسویں ذوالحجہ کی صبح صادق سے لے کر حاجی اپنی زندگی میں جب بھی کرے گا ادا ہو جائے گا، اور وقتِ وُجوب یوم نحر اور ایام تشریق ہیں، تاخیر کے سبب دم لازم آتا ہے اور تاخیر بلا عذر ہو تو گناہ بھی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

و مر طواف زیارت را وقت جواز است و وقتِ وُجوب، اما وقت جواز پس اول آن طلوع از فجر از روز نحر ست و نیست آخر برائی او در حق جواز بلک جمیع عمر او ست، اما وقت وُجوب پس بدانکہ واجب ست اداء طواف زیارت در ایام نحر و اگر تاخیر کرد او را از ایام نحر آثم گردد و لازم آید دم بروے (۲۵۹)

یعنی، طوافِ زیارت کے لئے ایک وقتِ جواز ہے اور ایک وقتِ وجوب۔ مگر وقتِ جواز پس اس کا اول یوم نحر کی طلوع فجر سے ہے اور جواز کے حق میں اس (حاجی) کی آخر نہیں ہے بلکہ اس کی تمام عمر ہے، مگر وقتِ وجوب پس جان لے کہ طوافِ زیارت کی ادائیگی ایام نحر میں واجب ہے اور اس کی ادائیگی میں ایام نحر سے تاخیر کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور دَم لازم آئے گا۔

اور جب تک طوافِ زیارت نہ کرے زندگی بھر اس پر بیوی سے مجامعت حلال نہ ہو

۲۵۸۔ رد المحتار، المجلد (۲)، كتاب الحج، فصل في الإحرام، مطلب: طواف الزيارة، ص ۵۱۷

۲۵۹۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سوم در [illegible]

گی۔اور بیماری یا زخم یا کسی اور معقول عذر کے سبب اگر اُسے طوافِ زیارت کو ان ایام سے مؤخر کرے گا تو جب ادا کرے تو دَم دینا ہوگا اور عذر کے سبب سے تاخیر کرنے پر وہ گنہگار نہ ہوگا۔ صرف عورت جب اس میں عذر حیض ونفاس کی وجہ سے تاخیر کرے تو اس پر نہ دَم ہے نہ گناہ۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۷ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۵ ینایر ۲۰۰۷م (357-F)

طوافِ زیارت کے وقت کی تفصیل

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ

۱۔ کیا کوئی شخص ۱۰ ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب سے پہلے رمی سے فراغت حاصل کر کے غروبِ آفتاب کے بعد قربانی کرتا ہے اور حلق کے بعد مکہ مکرمہ جا کر طوافِ زیارت کس وقت تک ادا کر سکتا ہے؟

۲۔ کیا کوئی شخص ۱۰ ذوالحجہ کی رمی سے فراغت کے بعد ۱۱ ذوالحجہ کے طلوعِ آفتاب کے بعد قربانی وحلق سے فراغت کے بعد طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ جا سکتا ہے؟

(السائل: محمد افضال عطاری، برنس روڈ، کراچی)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ و تقدس الجواب:

طواف زیارۃ کا واجب وقت: طواف زیارت کا واجب وقت دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ (کے غروب آفتاب تک) ہے۔ چنانچہ امام ابوبکر بن علی حدادی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

والطواف المفروض وقته أيام النحر (۲٦٠)

یعنی، طواف مفروض کا وقت ایام نحر ہے۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ثم طاف طواف الزيارة من أيام النحر الثلاثة بيان لوقته الواجب (۲٦١)

۲٦٠۔ الجوهرة النيرة، المجلد(۱)، كتاب الحج، ص۲۰۵

یعنی پھر طوافِ زیارت کرے ایام نحر کے تین دنوں میں، یہ اس طواف کے واجب وقت کا بیان ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

والزمان وهو يوم النحر وما بعده (۲٦۲)

یعنی، طوافِ زیارت کا زمانہ یوم نحر (۱۰ ذوالحجہ) اور اس کا مابعد (یعنی ۱۱ اور ۱۲ ذوالحجہ) ہے۔

طواف زیارت کے وقت کی ابتداء: اور طوافِ زیارت کے وقت کی ابتداء، دسویں ذوالحجہ کی طلوع فجر سے ہے اس سے قبل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ علامہ ابوبکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

وأول وقت الطواف بعد طلوع الفجر من يوم النحر لأن ما قبله من الليل وقت وقوف بعرفة والطواف مرتب عليه (۲٦۳)

یعنی، اس طواف کا اول وقت یوم نحر کی طلوع فجر سے ہے کیونکہ اس کے ماقبل رات کو وقوفِ عرفہ کا وقت ہے اور طواف اسی پر مرتّب ہے۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وأول وقته بعد طلوع الفجر من يوم النحر (۲٦٤)

یعنی، اس طواف کا اول وقت یوم نحر کی طلوع فجر سے ہے۔

افضل وقت: اور طوافِ زیارت دسویں تاریخ میں کرنا افضل ہے۔ چنانچہ علامہ ابوبکر بن علی حدادی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

وأول هذه الأيام أفضل كما في التضحية (۲٦٥)

۲٦۲۔ رد المحتار، المجلد(۳)، كتاب الحج، فصل فی الإحرام وصفة المفرد بالحج، مطلب: معنى طواف الزيارة، ص۵۱۷

۲٦۳۔ الجوهرة النيرة، المجلد(۱)، كتاب الحج، ص۲۰۵

۲٦٤۔ الدر المختار، المجلد(۳)، كتاب الحج، فصل فی الإحرام وصفة المفرد بالحج، ص۵۱۷

یعنی، ان ایام کا پہلا دن افضل ہے جیسا کہ قربانی کرنے میں پہلا دن افضل ہے۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وهو فيه أى الطواف فى يوم النحر الأول أفضل۔ (۲۶۶)

یعنی، طواف زیارت یوم نحر میں پہلے دن افضل ہے۔

تاخیر کی وجہ سے دم لازم ہوگا: اور اگر کوئی اس وقت (یعنی بارہ ذی الحج کے غروب تک) میں طواف ادا نہ کرسکا تو بہر حال اس کو طواف کرنا لازم اور تاخیر کی وجہ سے دم دینا لازم ہوگا۔ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فإن أخر عنها أى أيام النحر ولياليها منها كره تحريماً ووجب الدم لترك الواجب (۲۶۷)

یعنی، اگر طواف زیارت کو نحر کے دنوں اور راتوں سے مؤخر کیا تو مکروہ تحریمی ہے اور ترک واجب کی وجہ سے دم واجب ہے۔

اور دَم دینے کے ساتھ سچی توبہ بھی کرنی ہوگی کہ واجب کا ترک گناہ ہے اور گناہ سے معافی کی صورت سچی توبہ کے سوا کچھ نہیں۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ/ ۳۰ دسمبر ۲۰۰۲ء (391_JIA)

طوافِ زیارت کے کتنے پھیرے فرض ہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طوافِ زیارت کے کتنے پھیرے فرض ہیں جن سے یہ رُکن ادا ہو جائے اور کوئی شخص چار یا پانچ چکر کرنے کے بعد بغیر چکر پورے کرنے سے قبل جماع کرلے تو آیا اس کا فرض ادا ہوگیا یا نہیں؟

۲۶۶۔ الدر المختار، المجلد(۲)، کتاب الحج، فصل فی الإحرام وصفة المفرد بالحج، ص۵۱۸

۲۶۷۔ الدر المختار، المجلد(۲)، کتاب الحج، فصل فی الإحرام، صفة المفرد بالحج، ص۵۱۸-۵۱۹

اگر ادا ہو گیا تو اس پر کچھ لازم ہو گا یا نہیں؟

(السائل: عرفان ضیائی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طوافِ زیارت چار چکر فرض ہیں اور باقی تین چکر واجب ہیں چنانچہ علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ایں طواف رکن حج است باجماع وقدر فرض ازان چہار شوط است و باقی واجب است (۲۶۸)

یعنی، علماءِ امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ طواف حج کا رُکن ہے، اس طواف کے چار چکر کے بقدر فرض ہیں اور باقی واجب۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

سیوم از شرط صحت طواف اتیان اکثر طواف است یعنی اشواط اربعہ از وی چہ ہموں ست مقدار فرض از وے وآنچہ زائد راست بروے واجب است (۲۶۹)

یعنی، طواف کے صحیح ہونے کے لئے اس کا اکثر حصہ یعنی چار چکر پورے کرنا شرط ہے کیونکہ طواف کی یہی مقدار فرض ہے اور باقی واجب۔

علامہ ابوالاخلاص حسن بن شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و الرکن الثانی هو أکثر طواف الإفاضة (۲۷۰)

یعنی، حج کا دوسرا رُکن طوافِ افاضہ (یعنی طوافِ زیارت) کا اکثر ہے۔

اس کے تحت علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و هو أربعة أشواط و الثلاثة الباقية واجبة يجبر تركها بالدم (۲۷۱)

۲۷۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب نہم: دربیان طوافِ زیارۃ، فصل دویم: دربیان شرائط صحت طوافِ زیارۃ، ص۲۰۹

۲۷۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سویم: دربیان شرائط صحۃ طواف، فصل دویم: دربیان شرائط صحت طوافِ زیارۃ، ص۱۱۵۔۱۱۶

۲۷۰۔ مراقی الفلاح، کتاب الحج، ص۴۱۴

یعنی، وہ چار چکر (فرض) ہیں اور باقی تین واجب ہیں، اور اُسے اس صورت میں دم دینا ہوگا۔

صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

یہ طواف حج کا دوسرا رکن ہے اس کے سات پھیرے کئے جائیں گے جن میں چار پھیرے فرض ہیں کہ بغیر ان کے طواف ہوگا ہی نہیں اور پورے سات کرنا واجب، تو اگر چار پھیروں کے بعد جماع کیا تو حج ادا ہوگیا مگر دم واجب ہوگا کہ واجب کا ترک ہوا۔ (۲۷۲)

اور دم سرزمین حرم میں دینا ہوگا اور اس میں سے خود نہیں کھا سکتا نہ ہی اغنیاء، کیونکہ دم جبر ہے نہ کہ دم شُکر۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱۷ نوفمبر ۲۰۰۶ م (251-F)

کیا کوئی چیز طوافِ زیارت کا بدل ہوسکتی ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص کا طوافِ زیارت رہ جائے اور وہ اپنے وطن واپس چلا جائے اور وہ واپس بھی نہ آئے کہ طوافِ زیارت کرے تو اس کی کوئی صورت ہے کہ اس سے یہ طواف ساقط ہو جائے؟

(السائل: محمد سہیل قادری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طوافِ زیارت حج کا دوسرا رُکن ہے اور اس کو ادا کئے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا اور اس کے جواز کا وقت تا دم مرگ ہے جب بھی کرے گا ادا ہو جائے گا اگرچہ بارہ ذوالحجہ کے غروب آفتاب کے بعد تک مؤخر کرنے کی صورت میں اس پر دم لازم آئے گا اور جب تک اسے ادا نہ کرے گا عورت اُسے حلال نہ ہوگی۔ اور یہ رُکن ہے اسی لئے کوئی چیز اس کا بدلہ بھی نہیں ہوسکتی، ہاں ایک صورت ہے کہ جس میں اس کو ادا کئے

بغیر بدنہ دینے سے حج کامل ہو جاتا ہے وہ یہ کہ کوئی شخص وقوف عرفہ کرنے کے بعد فوت ہو جائے اور وفات سے قبل حج کو پورا کرنے کی وصیت کر جائے تو اس صورت میں بدنہ دینے سے اس کا حج مکمل ہو جاتا ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

فوت نمی شود طوافِ زیارت قبل از موت و جائز نمی شود بدل از وی زیر انکہ این طواف رُکن حج است و بدل جائز نمی شود از رُکن الا در مسئلہ واحدہ کہ فوت نمود شخصے بعد از وقوف عرفات قبل طواف الزیارت پس وصیت کرد باتمام حج خود واجب گردد بدنہ از بقیہ اعمال حج چنانکہ وقوف مزدلفہ و رمی جمار و طواف زیارت و طواف وداع و کامل گردد حج او (۲۷۳)

یعنی، موت آنے تک طوافِ زیارت فوت نہیں ہوتا اور اس کا بدل جائز نہیں کیونکہ یہ طواف حج کا رُکن ہے، اور رُکن کا بدل کوئی چیز نہیں ہو سکتی سوائے ایک صورت کے (اور وہ صورت یہ ہے) کہ اگر کوئی شخص وقوفِ عرفات کے بعد طوافِ زیارت سے قبل فوت ہو جائے اور حج کو پورا کرنے کی وصیت کر جائے تو بقیہ اعمال حج جیسے وقوفِ مزدلفہ، رمی جمار، طوافِ زیارت، اور طوافِ وداع کے لئے ایک بدنہ واجب ہو جائے گا اور اس کا حج کامل ہو جائے گا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ١٥ ذو الحجة ١٤٢٧ھ، ٤ يناير ٢٠٠٧ م (343-F)

بارہ ذوالحجہ غروب آفتاب سے قبل چار چکر طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ایک ساتھی نے بارہ ذوالحجہ کو شام کے وقت طوافِ زیارت شروع کیا، چار چکر پورے ہوئے تھے کہ سورج غروب ہو گیا، باقی تین پھیرے سورج غروب ہونے کے بعد پورے کئے، اس

صورت میں کیا اس پر کوئی دم تو لازم نہیں ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طوافِ زیارت حج کا دوسرا فرض ہے اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا، چنانچہ علامہ ابو منصور کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و إنه فرض لا يتم الحج بدونه (٢٧٤)

یعنی، یہ فرض ہے اس کے بغیر حج پورا نہ ہوگا۔

اس کے سات چکروں میں سے چار چکر فرض ہیں باقی تین واجب، چنانچہ محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وقدر فرض ازان چہار شوط است وباقی واجب است (٢٧٥)

یعنی، اس طواف کے چار چکر کے بقدر فرض ہے باقی واجب۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۱ھ لکھتے ہیں:

الركن الثاني هو أكثر طواف الإفاضة (٢٧٦)

یعنی، دوسرا رُکن طوافِ زیارۃ کا اکثر ہے۔

اور جب اس نے فرض کو ادا کر لیا تو اس کے لئے عورت حلال ہوگئی کیونکہ فرض چار چکر سے ادا ہوگیا، چنانچہ علامہ کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

فإذا طاف فقد حلّ له النساء و توابعها لقوله ﷺ "إِذَا طُفْتُم بِالْبَيْتِ حَلَلْنَ لَكُمْ" (٢٧٧)

یعنی، پس جب طوافِ زیارت کر لیا تو اس کے لئے عورتیں اور اس کے توابع حلال ہو گئے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "جب تم نے طواف کر

٢٧٤۔ المسالك فی المناسك: ١/٤٢٦

٢٧٥۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب نهم، فصل دويم، ص٢٠٩

٢٧٦۔ مراقی الفلاح، كتاب الحج، ص٤١٤

٢٧٧۔ المسالك فی المناسك، المجلد (١)، القسم الثانی، فصل دخول مكة لطواف الزيارة، ص ٥٩٢

لیا تو عورتیں تمہارے لئے حلال ہوگئیں''۔

اور اس فرض کا ایام نحر میں ادا کرنا یعنی بارہ ذوالحجہ کے غروب آفتاب سے قبل ادا کرنا واجب ہے اور فرض صرف چار چکر ہیں جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پانزدهم بودن اکثر طواف زیارت در ایام نحر برقول امام ابی حنیفة رحمة الله علیه (۲۷۸)

یعنی، پندرھواں واجب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق طوافِ زیارت کا اکثر حصہ ایام نحر میں ہونا ہے۔

اور صورت مسئولہ میں اس نے طوافِ زیارۃ کے چار چکر غروب آفتاب سے قبل کر لئے باقی رہے تین تو ان کا ادا کرنا واجب ہے اور ان تین کا ایام نحر میں ہونا واجب نہیں، جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت سے واضح رہے کہ باقی تین پھیروں کا ادا کرنا واجب رہا، اگرچہ ایام نحر کے غیر میں ہو اور وہ بھی اس نے بارہ کے غروبِ آفتاب کے بعد ادا کر لئے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

شانزدہم فعل آنچہ زائد ست بر اکثر طوافِ زیارت یعنی اداء اشواط ثلاثہ اخیرہ از جملہ اشواط سبعہ اگرچہ در غیر ایام نحر باشد (۲۷۹)

یعنی، سولھواں واجب طوافِ زیارت کے اکثر حصہ کے علاوہ یعنی سات میں سے تین چکروں کا ادا کرنا وہ اگرچہ غیر ایام نحر میں ہوں۔

لہٰذا مذکور شخص سے طوافِ زیارت کی ادائیگی میں کسی واجب کا ترک نہ ہوا اس لئے اس پر کوئی دم لازم نہ آیا۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذوالحجة ۱٤۲۷ھ، ینایر ۲۰۰۷م (339-F)

۲۷۸۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، مقدمة الرسالة، فصل سيوم، ص٤٣

۲۷۹۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، ص٤٣

حیض ونفاس کے سوا تاخیر طوافِ زیارت اور دم کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون کو بخار ہو گیا اس لئے وہ طوافِ زیارت بارہ ذوالحجہ کی مغرب تک نہ کر پائی اور ہم نے سُنا ہے کہ عورتوں کو مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت ہوتی ہے اور وہ طوافِ زیارت بارہ تاریخ کے غروبِ آفتاب کے بعد کرلیں تو ان پر دم لازم نہیں ہوتا۔

(السائل: محمد انعام از طائف)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: بارہ ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب تک طوافِ زیارت نہ کرنے کی وجہ سے عورت پر صرف دو صورتوں میں دم لازم نہیں ہوتا، ایک یہ کہ وہ حالتِ حیض میں ہو، دوسری یہ کہ وہ حالتِ نفاس میں ہو کیونکہ ان دو حالتوں میں طواف کرنا حرام ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

> جائز است مر زن حائض را جمیع افعال حج وعمرہ از احرام وقوفِ عرفات و سعی بین الصفا والمروۃ وغیر آن الّا طوافِ کعبہ کہ آن جائز نیست ومراد بعدم جواز مر حائض را حرمت فعل اوست الخ (۲۸۰)

> یعنی، حائضہ (اور نفاس والی عورت) کو تمام افعال حج وعمرہ کی ادائیگی جائز ہے جیسے احرام باندھنا، وقوفِ عرفات، صفا ومروہ کے مابین سعی وغیرہا سوائے طوافِ کعبہ کے کہ وہ جائز نہیں اور حائضہ کے لئے اس کے عدمِ جواز سے مراد اس کے اس فعل کا حرام ہونا ہے۔

اسی لئے طوافِ زیارت میں تاخیر کی وجہ سے دم کا لازم نہ ہونا انہی دو حالتوں کے ساتھ خاص ہے چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

> لا دم علیها لتأخیر طواف الزیارة عن أیامه بعذر الحیض و النفاس لکونها معذورة فیها (۲۸۱)

۲۸۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم، فصل پنجم در بیان احرام زن، ص ۸۳

یعنی، حیض اور نفاس کے عذر کے سبب طوافِ زیارت کو اس کے
(واجب) ایام سے مؤخّر کرنے کی وجہ سے عورت پر دم لازم نہیں ہوتا
کیونکہ وہ اس میں معذور ہے۔

اوران دو حالتوں کے علاوہ جمیع حالات میں عورت کے لئے وہی حکم ہے جو مرد کے لئے کہ طوافِ زیارت کو اس کے واجب وقت سے مؤخّر کرنے کی صورت میں اس پر دم لازم ہوگا جس طرح مرد ایسا کرے تو اس پر دم لازم آتا ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۳ ذوالحجة ۱٤۲۷ھ، ۲ ینایر ۲۰۰۷م (F-336)

طوافِ وداع کس پر واجب ہے؟

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم مقامی لوگ ہیں کیا ہم پر بھی طوافِ وداع لازم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، از ریاض)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طوافِ وداع کے وجوب کا تعلق مقامی اور غیر مقامی حاجی کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق آفاقی اور غیر آفاقی حاجی کے ساتھ ہے یعنی یہ طواف اُن پر واجب نہیں جو مکہ یا میقات کے اندر یا میقات پر رہتے ہوں بلکہ اُن پر واجب ہے جو میقات کے باہر رہتے ہوں جب کہ وہ رخصت ہونے کا ارادہ کریں۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

سیوم طوافِ وداع است کہ آن را طوافِ صدر نیز گویند وصدر بفتحتین بمعنی رجوع است وآن واجب است برآفاقی کہ مفرد بحج باشد یا متمتع یا قارن نہ بر مفرد بعمرہ نہ بر مکی ومیقاتی، واول وقت جوازِ طوافِ وداع بعد طوافِ زیارت است ونیست آخر برائے او در حق جواز بلک جمیع عمر

وقت است، مستحب آن ست کہ ایقاع کند او را در حالۃ خروج برائے سفر در وقت ارادۂ رجوع بسوئے اہل خود(۲۸۲)

یعنی، تیسرا طوافِ وداع ہے کہ اسے طوافِ صدر بھی کہتے ہیں اور صدر صاد اور دال کی زبر کے ساتھ بمعنی لوٹنے کے ہے اور یہ طواف آفاقی پر واجب ہے جو مفرد بالحج ہو یا قارن ہو یا متمتع ہو۔ صرف عمرہ کرنے والے اور مکی و میقاتی پر واجب نہیں۔ اور اس کے جواز کا اول وقت طوافِ زیارت کے بعد ہے اور اس کے جواز کا آخری کوئی وقت نہیں بلکہ تمام عمر اس کا وقت ہے اور مستحب یہ ہے کہ جب اپنے اہل کو لوٹنے کا ارادہ کرے تو نکلتے وقت طوافِ وداع کرے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

جب ارادہ رخصت کا ہو طوافِ وداع بے رمل وسعی و اضطباع بجالائے کہ باہر والوں پر (یعنی آفاقی حاجی پر) واجب ہے۔(۲۸۳)

اور طوافِ وداع کی ادائیگی کے لئے یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ارکانِ حج مکمل ہونے کے بعد حاجی نے کوئی بھی طواف چاہے کسی نیت سے کیا ہو اس سے طوافِ وداع ادا ہو جاتا ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ جب واپسی کا ارادہ کرے تو اہتمام کے ساتھ آخری طواف کرے اور بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وداع کی نیت سے طواف کر لیتے ہیں پھر اس کے بعد مکہ سے واپسی سے قبل ان کو اور طواف کرنے کا موقع میسر آجاتا ہے تو بھی طواف نہیں کرتے کہ ہم وداع کی نیت سے طواف کر چکے ہیں حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہے کہ جو وداع کے نیت سے طواف کر لے اور اس کے بعد وہ اور طواف نہ کر سکتا ہو بلکہ اُسے چاہئے کہ اگر موقع میسر آتا ہے تو اور طواف بھی کر لے کہ طواف وہ عبادت ہے جو اس مقام کے علاوہ کہیں اور نہیں ہو سکتی اور پھر نہ جانے کب یہ موقع ملے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی ''عالمگیری'' کے حوالے سے فرماتے ہیں:

۲۸۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم، فصل اول، ص ۱۱۴

۲۸۳۔ بہارِ شریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، طوافِ رخصت، ص ۴۹۴

سفر کا ارادہ تھا، طوافِ رخصت کر لیا مگر کسی وجہ سے ٹھہر گیا، اگر اقامت کی نیت نہ کی تو وہی طواف کافی ہے، مگر مستحب یہ ہے کہ پھر طواف کرے کہ پچھلا (سب سے آخر) کام طواف رہے۔ (۲۸۴)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۳ ذو الحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۲ ینایر ۲۰۰۷ م (340-F)

حج کرنے کے بعد مدینہ طیبہ جا کر دوبارہ مکہ آنے والے کے طوافِ وداع کا حکم

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طوافِ وداع کرنے کے بعد حاجی مدینہ منورہ چلا گیا، اب وہ وطن واپسی آنے سے قبل مکہ مکرمہ گیا تاکہ عمرہ کر کے جائے تو اس صورت میں اُسے دوبارہ طوافِ وداع کرنا واجب ہوگا یا واجب اس طوافِ وداع سے ادا ہو گیا جو اس نے حج کے بعد مدینہ طیبہ جاتے وقت کیا تھا۔

(السائل: محمد عرفان ضیائی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُسے دوبارہ طواف کرنا لازم نہیں کیونکہ طوافِ صدر عمرہ کرنے والے پر واجب نہیں، حاجی پر اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہ مکہ مکرمہ سے نکلنے کا ارادہ کرے، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و طواف الصدر، واجب علی الحاج إذا أراد الخروج من مکة فلیس علی المعتمر طواف الصدر و لا یجب علی أهل مکة و أهل المواقیت ومن دونهم، کذا فی "الإیضاح"، ولا یجب علی الحائض و النفساء و لا علی فائت الحج، کذا فی "المحیط السرخسی" (۲۸۵)

۲۸۴۔ بہار شریعت، حصہ ششم، طوافِ رخصت، ص ۹۱

۲۸۵۔ الفتاوی الهندیة، المجلد (۱۰)، کتاب الحج، الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج، ص ۲۳۴

یعنی، طوافِ صدر حاجی پر اس وقت واجب ہے جب وہ مکہ معظّمہ سے چلے جانے کا ارادہ کرے، عمرہ کرنے والے پر، اہلِ مکہ پر اور اہلِ میقات اور میقات کے اندر رہنے والوں پر طوافِ صدر واجب نہیں، اسی طرح ''ایضاح'' میں ہے۔ حیض والی اور نفاس والی عورت پر اور اس شخص پر جس کا حج فوت ہو گیا ہے طوافِ صدر واجب نہیں، اسی طرح ''محیط سرخسی'' میں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

سومِ طواف وداع است کہ آن را طوافِ صدر نیز گویند و صدر بفتحتین بمعنی رجوع است، و آن واجب است بر آفاقی کہ مفرد بحج باشد یا متمتع یا قارن، نہ بر مفرد بعمرہ، و نہ بر مکی و میقاتی (۲۸۶)

یعنی، تیسرا طوافِ وداع ہے اور اسے طوافِ صَدَر بفتحتین (صاد اور دال پر زبر سے) بمعنی رجوع (یعنی لوٹنا) ہے اور آفاقی (حاجی) پر واجب ہے مُفرد ہو یا قارن ہو یا متمتع، صرف عمرہ والے پر اور مکی اور میقاتی پر واجب نہیں۔

البتہ رخصت ہوتے وقت ہر ایک کے لئے اہتمام کے ساتھ آخری طواف کرنا مستحسن ہے اگرچہ عمرہ کرنے والے پر یہ طواف واجب نہیں ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۵ شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۱۷ نوفمبر ۲۰۰٦م (F-248)

۲۸٦۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم: در بیان طواف، فصل اول: در بیان انواع طواف، ص ۱۱٤